فدایانِ رسولؐ

خورشید احمد انور

مصنفؔ کی انگریزی تصنیف "ڈیڈ لو ونر گریٹ" کا

ترجمہ

ینگ پیپل پبلشنگ بیورو

۲۲ میو روڈ - لاہور

۰-۱۲-۱

خورشید احمد انور مالک ینگ پیپل پبلشنگ بیورو
۲۲ میو روڈ لاہور نے منصور الیکٹرک پریس راوی روڈ سے
چھپوا کر شائع کیا۔

مرد :-

بلالؓ ، ابوذرؓ ، خبابؓ ، عمارؓ ، صہیبؓ

حضرت ابوبکرؓ ، حضرت عمرؓ ، حضرت عثمانؓ ،

یمن سو ، عبد بن بشیرؓ ، چھ شہید —

عبداللہ بن جحشؓ ، انس بن نضرؓ ، حضرت

علیؓ ، عمرو بن جموحؓ ، مصعب بن عمیرؓ ،

وہب بن قابوس ، ستر شہید ، جعفرؓ

عورتیں :-

فاطمہؓ ، عائشہؓ ، اُم حبیبہؓ ، اُم حرامؓ ،

خنساءؓ ، سمیہؓ ، اُم عمارہؓ ، عاصمہؓ

بچے :-

ننھا مجاہد ، بدر کے جانباز ، کمسن سپاہی ، سلمہ بن اکوع رضؓ ، جابر رضؓ ، ننھا صحابی رضؓ ، عبداللہ بن زبیر رضؓ۔
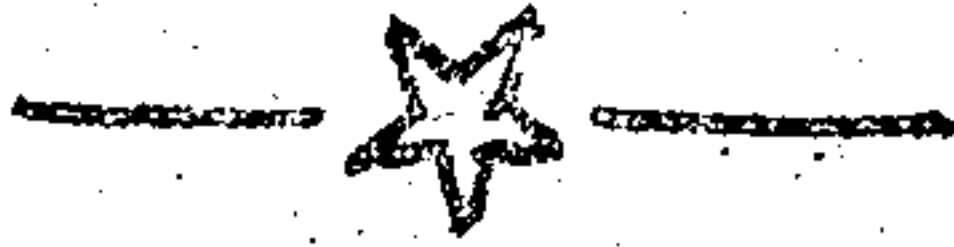
فدایانِ رسولؐ

پیش لفظ

توحید کا اعلان کرنے کے بعد حضرت محمدؐ پورے نو سال نہایت خاموشی سے اس عظیم ترین مذہب کی تبلیغ کرتے رہے۔ جن مخالف طاقتوں کا آپ کو سامنا کرنا پڑا وہ بہت زیادہ تھیں اور ظالم بھی۔ غیر منظم عربوں کی نسل میں پیدا ہونے والے اللہ کے نبیؐ کو ایسے لوگوں سے واسطہ پڑا جو خونخوار درندوں سے کم نہ تھے۔ آپؐ کے ہم وطن آپؐ کے دشمن، عزیز و اقارب کا سلوک بھی ہتک آمیز، لے دے کے ایک چچا تھے جو کبھی کبھار تھوڑا سا سہارا دے دیتے۔ سو وہ بھی چل

بسے - اب محمدؐ مشرکوں کی دنیا میں تن تنہا رہ گئے -

ایک دن اللہ کے اس پیارے نبیؐ نے صحرا کی تپتی ہوئی ریت کی پروا نہ کرتے ہوئے طائف کا سفر اختیار کیا - طائف اس لق و دق صحرا میں ایک سرسبز اور پہاڑی مقام تھا - آپؐ نے سوچا کہ وہاں آپؐ کو اپنے مقصد میں کامیابی ہو گی - کیونکہ وہاں کے قبائل اپنے اخلاق اور تہذیب کی وجہ سے مشہور تھے آپؐ کا خیال تھا کہ وہ لوگ آپؐ کی بات تحمل سے سنیں گے اور غلط راستے پہ جانے والی انسانیت کے لئے جو پیغام آپؐ لے کر آئے تھے اس کا خیر مقدم کریں گے

لیکن حالات بالکل مختلف ثابت ہوئے - جلیل القدر ہستیوں کے لئے آزمائش

بھی سخت ہوا کرتی ہیں۔ مہربان نامہربان بن گئے۔ اور مہذّب متنفر۔ انہوں نے آپؐ کے قرآن کا مضحکہ اُڑایا اور آپؐ کو شہر سے باہر نکال دیا۔ بدکرداروں کو اس پر بھی چین نہ آیا۔ اور آپؐ کے پیچھے شریر لونڈوں کا ایک گروہ لگا دیا۔ جنہوں نے آپؐ کی تضحیک کی۔ اور اس صبر و استقلال کے مجسمے پر پتھر پھینکے۔ آپؐ کے مقدّس جسم سے خون بہہ بہہ کر آپؐ کے جوتوں تک جاری تھا۔ اور آپؐ کے پاؤں سُرخ ہو چکے تھے۔ لیکن اس کے باوجود شہنشاہوں کے شہنشاہ، اللہ کے پیارے رسولؐ ذرّہ بھر برہم نہ ہوئے۔

جب آپؐ اس منحوس علاقے سے نکلے تو آپؐ نے اللہ کی بارگاہ میں دُعا مانگی جو مالکِ دو جہاں تک پہنچی اور رُوح الامین کو آپؐ

حضورؐ کی خدمت میں بھیجا گیا۔ جو اُس فرشتے کو لے کر جو کوہ ودمن کا مختار تھا لے کر حاضر ہوئے۔ آپؐ کے حکم کا منتظر ہوں" اُس نے کہا۔ "اگر آپؐ اجازت بخشیں تو میں ان دونوں پہاڑوں کو حکم دوں کہ آپس میں ٹکرا جائیں اور اس منحوس قبیلے کو پیس کر رکھ دیں"۔ لیکن حضورؐ نے ایسا کرنے کی اجازت نہ دی "میں اپنے اللہ سے دعا مانگوں گا۔ اور مجھے کامل یقین ہے اگر ان لوگوں کو نہیں تو ان کی آنے والی نسلوں کو توحید کا نور نظر آئے۔ اور وہ راہِ راست پر چلیں اور اس اللہ کی عبادت کریں جو رحیم ہے اور کریم ہے"۔

اتنا اعلےٰ اور ارفع تھا۔ اللہ کے بندے اور اللہ کے رسولؐ کا کردار اور ان کے صحابہ کرامؓ کی کہانیاں ہم آپ کو سنانے لگے ہیں۔ جن کے جوتوں کے تسمے تک ہم کھولنے کے قابل نہیں۔

بلالؓ

انہیں تپتی ہوئی ریت پر لٹا دیتے تھے۔ انگاروں کی طرح سُرخ دہکتے پتھر ان کے سینے پر رکھتے اور اُن سے کہتے کہ نیا مذہب چھوڑ دو۔ وہ انہیں زندگی جو خوشگوار دکھائی دیتی تھی اور موت جو اُن کے لئے بھیانک بنا دی گئی تھی۔ ان دونوں میں سے چُننے کے لئے کہتے۔ لیکن وہ یہی پکارے جاتے کہ "اللہ صرف ایک ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں"۔ حبشی غلام کا دل ایسے نورِ صداقت سے جگمگا چکا تھا جسے کوئی طوفان بھی نہ بجھا سکتا۔

راتوں کو اُنہیں زنجیروں میں جکڑ دیتے

اور کوڑوں سے اتنا مارتے کہ اُنکے جسم سے خون بہہ نکلتا اور ایسے زخم لگاتے کہ وہ درد سے بلبلا اٹھتے۔ اور پھر صبح کے وقت ان کے زخموں کو تپتی ہوئی ریت اور گرم پتھروں سے جھُلسا دیتے۔ لیکن محبّت کرنے والا دل پگھل نہ سکا۔ ایذا پہنچانے والے تھک جاتے۔ لیکن وہ مُسکرائے جاتے۔ اس لئے کہ ان کی محبّت بے پایاں تھی۔

رسولؐ خدا کے پیارے صحابی حضرت ابو بکر صدیقؓ کو جب اس واقعہ کا علم ہُوا کہ اللہ سے پیار کرنے والوں پر ایسے ایسے ستم توڑے جا رہے ہیں تو وہ غصّے سے کانپ اُٹھے۔ اُنہوں نے بھاری قیمت ادا کرکے حضرت بلالؓ کو ان کے ظالم آقا کے پنجوں سے رہائی دلا دی۔ اور یہ بہت بڑا اعزاز تھا

بجھاں بیچارے غلام کو بخشا گیا اور کوئی کم نہ تھا انعام جو اس نے پایا۔

بہت شیریں تھی ان کی آواز اور اب وہ اور بھی زیادہ شیریں ہو گئی جب اُنہیں مسلمانوں کو نماز کے لئے بلانے کے مقدّس فرض پر مامور کیا گیا۔ مسجد نبوی کا مؤذن بن جانا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ اور یہ فخر صرف حضرت بلالؓ کو حاصل ہُوا۔ اس کے ساتھ رسولِ خدا کا قرب۔ اس سے بڑھ کر ایک غلام کے لئے اور کیا رحمت ہو سکتی تھی۔

جب حضورؐ انتقال فرما گئے تو وہ مدینے میں رہ نہ سکے۔ محبّت کے مارے غلام کے لئے فرقت کا عذاب برداشت سے باہر تھا۔ آپ نے اپنی بقایا زندگی جہاد میں گزارنے کا فیصلہ کیا اور وہ مدّت تک مدینے نہ

لوٹے۔ آخر آپ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضورؐ انہیں مدینے بلا رہے ہیں۔ اور آپ نے اگلے دن صبح ہی مدینے کا رُخ کیا۔ جہاں انکے محبوب آقاؐ دفن تھے۔ مضطرب ہجوم نے انہیں گھیر لیا اور سرکار دو عالمؐ کے بچوں (امام حسنؓ اور حسینؓ) نے اُنہیں اذان دینے کی درخواست کی۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ط اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ ط حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ ط حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ ط حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ ط اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ط

لوگوں نے جب مدینے کی مسجد سے مؤذن کی تھرتھراتی ہوئی آواز سُنی تو ان کو سرکار دو عالمؐ کا زمانہ یاد آ گیا اور لوگ چیختے ہوئے گھروں سے باہر نکل آئے۔

ابوذرؓ

بُت پرستوں کی سرزمین پر ایک نبی کے آمد کی خبر بہت جلد تمام ملک میں پھیل گئی ۔ اس سے بُتوں کے غلاموں کو بیحد صدمہ پہنچا اور وہ سخت غصّے میں آ گئے ۔ یہ کہنا کہ خدا ایک ہے ان کے پتھر اور چُونے کے بنے ہوئے گونگے اور بہرے بُتوں کی توہین تھی ۔ لہٰذا وہ اس شخص کے دشمن بن گئے ۔ جس نے توحید کا اعلان کیا ۔ تاہم ان میں سے بعض ایسے عقلمند بھی تھے ۔ جنہوں نے اس پر غور کیا اور نبیؐ اور اس کے مذہب پر ایمان لائے ۔

قبیلہ بنو غفار کے ایک عقل مند شخص ابوذر نے بھی یہ بات سُنی - اُس نے اپنے چھوٹے بھائی کو مکے بھیجا کہ وہ جا کر دیکھے - کہ وہ شخص جو خود کو نبی کہتا ہے کس قسم کا انسان ہے- "خوش مزاج اور خوش اخلاق - خوش اطوار اور خوش بیان - جو کچھ بھی وہ کہتا ہے نہ تو وہ شاعری ہے اور نہ ہی ہمارے کاہن کی سی باتیں" - بھائی نے مکّہ سے واپس آکر بتلایا - لیکن ابوذرؓ کے لئے یہ کافی نہ تھا - وہ خود مکّہ کو روانہ ہوئے اور سیدھے مسجد نبوی میں پہنچے - وہ نہیں جانتے تھے کہ نبی کون ہیں- نہ ہی انہوں نے کسی سے پوچھنا چاہا - دن ڈھلے تک وہ خاموشی سے ہی وہیں بیٹھے رہے- حضرت علیؓ آپ کو کوئی مسافر سمجھ کر اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے اور اُن کو کھانا کھلایا- آپ

نے بھی اُن سے نہ پوچھا وہ کون ہیں اور اُن کے آنے کا مقصد کیا ہے۔ اگلے دن صبح مسجد میں آئے اور اُسی طرح تمام دن گذر گیا۔ یہیں جاکر تیسرے روز حضرت علیؓ نے ان سے سوال کیا اور انہوں نے اپنے دل کا حال کہہ سنایا۔

"یقیناً وہ اللہ کے نبی ہیں"۔ حضرت علیؓ نے کہا "کل صبح تم نہایت خاموشی سے میرے ساتھ چلنا۔ اس لئے کہ ہمارے دشمن بہت ہیں"

اگلے دن قبیلہ غفار کے عاقل و دانا شخص ابوذر نے پیغمبرِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوکر آپؐ کے ہاتھوں کو چوما اور سینے سے لگایا۔

"اب اطمینان سے جاکر اپنے لوگوں میں رہو"

اور اپنے نئے دین کو خفیہ رکھو۔ جب ہم طاقت حاصل کر لیں تب واپس آ جانا" حضورؐ نے فرمایا۔

لیکن حق کے پرستار کا عشق زوروں پر تھا وہ چلّایا "خدا کی قسم میں ان کافروں کے درمیان جا کر کلمہ پڑھوں گا" ۔ اور وہ مسجد میں جا کر بلند آواز سے پکارا ۔ "اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے نبی ہیں"

یہ مکّہ کے کافروں کے لئے ایک کھلا چیلنج تھا ۔ اور وہ ان پر پل پڑے اور انہیں اتنا مارا کہ بیہوش کر دیا ۔ بہت ممکن تھا کہ وہ انہیں جان سے ہی مار ڈالتے ۔ لیکن حضورؐ کے چچا عباسؓ اس غریب کو کینہ پرور عربوں کے غصّے سے بچانے کے لئے فوراً آگئے۔ ان کے

اور لیٹ گئے۔

"کیا تم جانتے نہیں کہ یہ غفار کے مشہور قبیلے سے تعلق رکھتا ہے"۔ آپ نے سختی سے کہا۔ وہ غفار جو ملک شام کے راستے میں پڑتا ہے۔ اگر یہ مر گیا تو تمہارا شام کو جانے والا راستہ بند ہو جائے گا اور اس ملک سے تمہاری تجارت بھی ختم ہو جائے گی"۔ یہ بات سن کر ظالم اور بے حیا کافروں نے ان کا پیچھا چھوڑا۔

لیکن اگلے دن پھر یہی واقعہ پیش آیا۔ کیونکہ ابوذر کے دل میں جو محبت کی آگ بھڑکی تھی وہ بہت تیز تھی۔ اور اب کے پھر عباسؓ اگر بیچ میں نہ آتے تو آپ کی زندگی ختم کر دی جاتی۔

اللہ اور اس کے رسول کا عشق اس درجہ جنون کی حد تک پہنچ چکا تھا کہ اس نے اپنے

آقاؐ کے حکم کی خلاف ورزی کی اور ان کے منع کرنے کے باوجود بھی کافروں کے سامنے توحید کا اعلان کر کے اپنی جان کو خطرے میں ڈالا۔ اور آج تک بھی حضرت ابوذرؓ کا نام حضورؐ کے جان نثار صحابیوں میں شمار ہوتا ہے

خبابؓ

آپ ان پہلے سات آدمیوں میں سے تھے۔ جو حضورؐ پر ایمان لائے۔ اور آپؐ کو اللہ کا سچا نبی تسلیم کیا۔ آپ کے اسلام لانے پر مکہ کے کافر بہت طیش میں آگئے اور آپ پر طرح طرح کے انسانیت سوز مظالم توڑے گئے۔ آپ کو بہت بھاری فولاد کی زرہ بکتر جبراً پہنا کر جھلسا دینے والے سورج کے سامنے لٹا دیا جاتا۔ اتنی سخت گرمی سے آپ کی پشت جل جاتی ۔ آپ کو دہکتے ہوئے انگاروں پر اس طرح گھسیٹا جاتا کہ آپ کے جسم سے جو خون بہتا اس آگ کو بجھا دینے کے لئے کافی

ہوتا - اسی پہ اکتفا نہ تھا - آپ ایک نہایت ظالم اور سنگدل عورت کے غلام تھے - جو لوہے کی سلاخوں کو آگ میں سُرخ کر کے آپ کی کھوپڑی پہ لگاتی - لیکن یہ تمام آزمائشیں اور اذیتیں ان کے لئے کوئی معنی نہ رکھتی تھیں - ان کی رُوح بادۂ توحید سے سرشار ہو چکی تھی - دنیا کی کوئی طاقت اُنہیں اپنے عزم سے نہ روک سکی اور وہ نہایت خاموشی سے اپنے بے رحم بھائیوں میں تبلیغ اسلام کرتے رہتے - تھوڑے عرصے بعد جب سچائی کی فتح ہوئی - اور اسلام کی فوجوں نے کافی فتوحات حاصل کیں تو حضرت خباب بہت پریشان اور آزردہ ہو گئے - اُنہیں ڈر تھا کہ کہیں یہ دنیاوی جاہ و حشمت انہیں آخرت کے انعام و اکرام سے محروم نہ کر دے ؛

۹۴۷۴

عمارؓ

پہلے شخص جنہوں نے تاریخ اسلام میں ایک مسجد کھڑی کی۔ وہ یاسر کے بیٹے عمارؓ تھے اور پہلی عورت جس نے اس دین کی خاطر اپنی جان دی وہ آپ کی والدہ سمیہ تھیں۔ ماں۔ باپ اور بیٹے پر مشتمل اس مختصر سے خاندان نے تاریخ میں ایک نہایت نقش دائمی چھوڑا ہے۔ ان سب نے اسلام قبول کیا اور ناقابل برداشت اذیتیں سہیں۔ ان کو جلتی ہوئی ریت میں آدھا گاڑ کر کوڑے مار مار کر بے ہوش کر دیا جاتا۔ بوڑھے باپ نے اسی طرح جان دے دی۔ ضعیف ماں کو سنگدل

ابُوجہل نے نیزا مار کر شہید کر دیا۔
لیکن عشق ہر امتحان میں پُورا اُترا۔ کوئی چیز بھی حضرت عمارؓ کو اپنے ارادے سے نہ روک سکی۔ کوئی طاقت بھی ان کی محبّت کا گلا نہ گھونٹ سکی۔ وہ اپنے آقاؐ کے ساتھ مدینہ گئے اور اُن کی خدمت میں حاضر رہے۔ قباء کے مقام پر آپ نے مسجد بنانے کے لئے سب سے پہلے بھاری پتھر اکٹھے کئے اور ہر ایک نے اس نیک کام میں شرکت کی۔ حضور سرکارِ دو عالمؐ اپنے کندھوں پر اینٹیں اور گارا اُٹھاتے رہے اور اس طرح تاریخ اسلام میں سب سے پہلی مسجد تعمیر کی گئی۔
جہاد کے مشتاق حضرت عمارؓ بہت سی جنگوں میں شامل ہوئے اور اپنی شجاعت کی وجہ سے بے حد شہرت حاصل کی۔ حضورؐ کی وفات کے

کئی سال بعد کا ذکر ہے کہ ایک دن آپ میدانِ جنگ میں جا رہے تھے۔ تو کہا "آج میں اپنے دوستوں سے ملوں گا۔ اپنے آقا اور دوسرے پیارے دوستوں سے" اور آپ کو پیاس لگی۔ آپ نے پانی مانگا۔ کسی نے آپ کو دودھ کا پیالہ پیش کیا۔ آپ نے پی لیا اور کہنے لگے میرے آقا نے مجھے ایک دفعہ کہا تھا کہ آخری چیز جو تو اپنی زندگی میں پیئے گا وہ دودھ ہوگی۔" اور آپ شاداں و فرحاں میدانِ جنگ کی طرف گئے اور اُسی دن جامِ شہادت نوش کر کے جنت الفردوس حاصل کی۔

صہیبؓ

حضرت عمارؓ کے جگری دوست حضرت صہیبؓ نے ایک دن ارقمؓ کے دروازے پر دستک دی۔ آپ نہایت خاموشی سے جلدی چھپتے وہاں پہ گئے تھے۔ لیکن عمارؓ وہاں پہ پہلے ہی سے موجود تھے۔ وہ بھی ڈرتا ڈرتا دروازہ کھٹکھٹا رہے تھے۔

ان دونوں نے اپنا وہاں پہ آنا ایک دوسرے سے چھپائے رکھا تھا۔ لیکن اب انہیں معلوم ہو گیا کہ ان کا مقصد ایک تھا اور نیک تھا۔ پس دونوں نے اکٹھے دروازے پہ دستک دی اور دروازہ کھلا۔ حضورؐ اس دن وہاں

تشریف فرما تھے۔ دونوں دوست ان کے سامنے جھک گئے اور ایمان لے آئے۔

اور پھر باقی سب مسلمانوں کی طرح حضرت صہیبؓ کو بھی سخت مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ آخر آپؓ نے مکے کے کینہ پرور کافروں سے تنگ آکر مدینے کا رُخ کیا۔ لیکن کافروں نے آپ کا پیچھا کیا۔ وہ ہر اس مسلمان کا جو مدینے کی طرف جانے کی کوشش کرتا پیچھا کرتے۔ لیکن حضرت صہیبؓ نے ان کا چیلنج قبول کیا۔ اور مقابلے کے لئے رک گئے۔ آپ ایک ماہر تیر انداز تھے۔

آپ دشمنوں سے کہنے لگے۔ تم جانتے ہو کہ میں تیر انداز ہوں۔ تم سب سے اچھا تیر انداز ہوں اور جب تک میرے ترکش میں ایک تیر بھی باقی ہے تم میرے نزدیک نہ پھٹک سکو گے۔ اور جب تیر

ختم ہو جائیں گے میں اپنی تلوار سے تمہارا مقابلہ کروں گا۔ جب تک کہ یہ بھی تمہارے ہاتھوں میں پہنچ کر ٹوٹ نہیں جاتی۔ اور اس کے بعد ہی تم مجھے گرفتار کر سکو گے۔ تاہم میں تمہیں مکہ میں اپنی تمام دولت اور دو خوبصورت لونڈیاں پیش کرتا ہوں۔ وہ سب تم لے لو۔ اور میرا پیچھا چھوڑ دو۔" اور اس پر وہ راضی ہو گئے۔ اور بیچارے صہیبؓ فوراً ہی اپنے آقا کی خدمت میں پہنچے جو اس وقت قباء کے مقام پر تھے۔

"بہت خوب سودا کیا" حضورؐ نے انہیں دیکھ کر فرمایا اور آپ حضورؐ کے ساتھ کھجوریں کھانے لگ پڑے۔

"تم یہ مت کھاؤ۔ تمہاری آنکھ دکھ رہی ہے" حضورؐ نے فرمایا۔

"لیکن میں تو دوسری طرف سے کھا رہا ہوں"
صہیبؓ نے جواب دیا۔ اور حضورؐ اپنے پیارے
دوست کے جواب پر ہنس دیئے۔
صہیبؓ ایک دلکش انسان تھے اور دریا
دل۔ حضرت عمرؓ آپ کو بے حد چاہتے
تھے۔ لیکن آپکی فضول خرچی پر خفا ہوتے۔
اور جب فاروق اعظمؓ نے وفات پائی تو انہیں
کو اپنا جنازہ پڑھانے کی وصیت کی۔

حضرت ابوبکرؓ

سب سے پہلے شخص جو اللہ کے پیارے
نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
پر ایمان لائے حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے۔
آپ مخلص صحابی، جان نثار ساتھی اور دستِ
راست تھے حضورؐ سرکارِ دو عالم کے۔
آپ اسلام کے پہلے مشعل بردار تھے جو دینِ
متین کی تبلیغ نہایت بیباکی سے کرتے رہے۔
حضورؐ نے اپنے مدینے کے سفر کے لئے بھی
صرف آپ ہی کو اپنا ساتھی منتخب فرمایا۔
اور اپنی غیر حاضری میں آپ ہی کو امیرِ حج کے
فرائض انجام دینے کے لئے کہا اور اپنی علالت

کے دوران میں بھی نماز کی امامت آپ ہی کے سپرد کی۔ اور آپؐ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "پہلا شخص جو جنّت کے دروازے میں داخل ہوگا وہ ابوبکرؓ ہے۔ کیونکہ بلا شبہ اس کو اللہ اور اس کے رسول سے سب سے زیادہ محبت ہے"۔

وفا شعاری کے اتنے شاندار کارناموں اور حضورؐ کی محبت حاصل ہونے کے باوجود بھی ان کو اپنی بخشش کا یقین نہ تھا۔

ایک دن جب آپ ربیعہؓ سے باتیں کر رہے تھے تو ایک ترش جملہ آپ کی زبان سے نکل گیا۔ آپ فوراً ہی پشیمان ہوئے اور ربیعہؓ سے کہا کہ وہ بھی آپ کے لئے ویسا جملہ استعمال کرے تاکہ بدلہ اتر جائے۔ لیکن وہ اس پر راضی نہ ہوا۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ حضرت صدیق اکبرؓ کی شان میں گستاخی کرے۔ آپ پریشان ہوئے۔

اور ربیعہ سے دوبارہ کہا۔ کہ وہ اُن کے لئے بھی سخت جملہ استعمال کرے۔ لیکن ربیعہؓ نہ مانا اس پر آپ برہم ہو گئے اور حضورؐ کی خدمت میں شکایت کرنے کو کہا۔ یہ بات ربیعہ کے لئے بہت تشویشناک تھی وہ سخت گھبرایا۔ اس کے عزیزوں نے اُس سے کہا۔ کہ یہ عجیب بات ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے خود ہی تو سخت کلامی کی اور اب حضورؐ کے پاس اُلٹی تیری شکایت کرنے کو گئے ہیں۔

لیکن ربیعہ نے جواب دیا۔ کہ تم لوگ نہیں جانتے کہ وہ حضورؐ کو کس درجہ عزیز ہیں۔ اگر ان کو ناراض کروں تو حضورؐ کو ناراض کروں۔ اور اگر حضورؐ کو ناراض کروں تو اللہ کو ناراض کروں اور یہی میری موت ہے۔ لہٰذا وہ خود دوڑے دوڑے حضورؐ کی خدمت میں گئے اور تمام واقعہ

بیان کیا۔

"تم نے بہت اچھا کیا" حضورؐ نے فرمایا۔

"کہ وہ جملہ جو اس نے تمہارے لئے استعمال کیا۔ تم نے نہیں دہرایا۔ اب تم اتنا کہہ دو کہ اے ابوبکرؓ اللہ تمہیں معاف فرمائے۔"

اپنی غلطی کی معافی چاہنے کے لئے اس عظیم ہستی کا اضطراب دیکھئے جو اللہ اور اس کے رسولؐ کو بے حد پیاری تھی۔

حضرت ابوبکرؓ اس بات پر بہت خوش تھے۔ اور جامہ میں پھولے نہ سماتے تھے کہ حضورؐ نے مکہ سے مدینہ ہجرت فرماتے وقت صرف آپ کو اپنا رفیق منتخب فرمایا۔

آپ نہایت خاموشی سے مکہ سے نکلے اور تین دن اور تین راتیں ایک غار میں بسر کیں۔ یہ غار ایک خطرناک جگہ تھی۔ اوّل تو اس

اندھیرے گڑھے میں اترنا آسان کام نہ تھا۔
لیکن حضرت ابوبکرؓ بے خوف وخطر غار کے
اندر چلے گئے۔ اسے صاف کیا اور اپنے آقا
کے رہنے کے قابل بنا دیا۔ رسولِ خدا صلی اللہ
علیہ وآلہٖ وسلم غار میں حضرت ابوبکرؓ کے
زانو پہ سر مبارک رکھ کر سو گئے۔ اگرچہ
آپ نے بڑی کوشش سے غار کو صاف کیا
تھا اور تمام سوراخ بند کر دیئے تھے لیکن
بدقسمتی سے ایک چھوٹا سا سوراخ رہ گیا۔ اس
پہ آپ نے اپنا پاؤں رکھ دیا۔ اس سوراخ
میں ایک زہریلا سانپ تھا۔ جس نے آپ کے
پاؤں کو ڈس لیا۔ درد کی شدت بے انتہا تھی
مگر آپ نے اس تڑپا دینے والے درد کو صبر
اور خاموشی سے برداشت کیا اور بالکل چپ
چاپ بیٹھے رہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ رسولِ خدا

صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نیند میں خلل آجائے۔ درد کی شدت سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے جو حضور سرورِ کائنات کے روئے مبارک پر گر پڑے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جاگ اٹھے۔ اور جب اپنے دوست کی طبیعت کا حال معلوم ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مسکراتے ہوئے اپنا لعاب مبارک زخم پر لگا دیا۔ جس سے درد فوراً کافور اور زخم اچھا ہو گیا۔

حضورؐ کے لئے ابوبکرؓ کی محبت واقعی بے مثال تھی۔

حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بننے سے پہلے ایک متمول تاجر تھے اور اس کے بعد بھی ان کی خواہش تھی کہ وہ تجارت جاری رکھیں۔ لیکن چونکہ کاروبار امورِ مملکت میں حائل ہوتا تھا۔

اس لیئے آپ نے ۶۰۰۰ چھ ہزار درہم سالانہ وظیفہ لینا منظور فرمایا اور باقی تمام کاروبار چھوڑ دیئے اتنی چھوٹی سی رقم ایک غریب سے غریب کے گذارے کے لیئے کافی نہ تھی۔ لیکن آپ نے اسی پر کفایت فرمائی۔

ایک دن آپ کی بیوی نے کوئی میٹھی چیز کھانے کی خواہش ظاہر کی۔ لیکن آپ نے بتلایا کہ ان کے پاس مٹھائی خریدنے کے لیئے پیسے نہ تھے۔ اس پر انہوں نے تجویز کیا کہ وہ روز مرہ کے خرچ میں سے تھوڑے سے پیسے بچا کر کوئی میٹھی چیز تیار کر لیں گی۔ چند دن بعد آپ نے دیکھا کہ کفایت شعار بیوی نے تھوڑے سے پیسے بچا لئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اُس کا مطلب یہ ہے کہ یہ رقم ہماری ضروریات سے زیادہ ہے" اور وہ بیت المال میں جمع

کر دی اور آگے سے اسی حساب سے اپنا وظیفہ بھی کم کر دیا۔

حضرت عمرؓ

خطاب کا تند مزاج بیٹا عمرؓ ایمان لاتے
ہی ایک مختلف انسان بن گیا۔ حالانکہ رسولؐ
خدا کے لئے آپ کا عشق بے پایاں تھا اور
حضورؐ بھی آپ کو بیحد چاہتے۔ لیکن پھر بھی
یہ حالت تھی کہ آپ خوفِ خدا اور روزِ حشر
کے ڈر سے اپنے جوتوں میں کانپ اٹھتے۔
ایک دن جب آپ کام میں مصروف تھے
کوئی شخص اپنی شکایت لے کر حاضر ہوا۔ آپ
اس مداخلت پر غصّے میں آ گئے اور اسے
کوڑے سے مارا۔ لیکن اس کے فوراً بعد ہی
آپ پشیمان ہوئے اور اس شخص کو واپس

بلا بھیجا - اپنا کوڑا اُسے پیش کیا اور التجا کی
کہ وہ بھی آپ کو اسی طرح مار سکے۔ لیکن
اُس نے کہا کہ "اے عمرؓ میں نے اللہ
کے نام پر تجھے معاف کیا" مگر حضرت
عمرؓ کے لئے یہ ظلم عظیم تھا - آپ گھر
پر آئے اور سجدے میں گر کر خود کو بہت
ملامت کی اور اللہ تعالٰے کی بارگاہ میں
گڑگڑا کر معافی مانگی -

خلیفہ عمرؓ اپنی قوم کے خدمت گزار
تھے - قوم کی خدمت کرنا ہی آپ کے لئے
خوشی اور فخر کا باعث تھا - رعایا کا حال
معلوم کرنے کے لئے حضرت عمرؓ رات
کو مدینہ کا گشت کیا کرتے تھے - ایک
رات گشت کرتے ہوئے آپ ایک مکان
کے سامنے ٹھہرے جو مدینے سے قریباً

تین میل کے فاصلے پر تھا۔ مکان کے اندر
روتے ہوئے بچّوں کی درد بھری آواز نے
ان کے قدم پکڑ لئے۔ آپ نے دروازہ
پر دستک دی۔ جس پر ایک عورت باہر
آئی۔ آپ نے دریافت کیا "بچے کیوں رو
رہے ہیں؟" عورت نے جواب دیا "بھوکے
ہیں"۔ آپ نے اندر جھانکتے ہوئے فرمایا۔
"لیکن تمہارے چولھے پر تو ہنڈیا چڑھی ہے"
عورت نے کہا۔ "اس میں صرف پانی اُبل رہا
ہے۔ بچّوں کو بہلانے کے لئے میں نے ہنڈیا
چولھے پر رکھ دی ہے"۔ یہ سُن کر حضرت
عمرؓ مدینہ واپس آئے۔ آٹے کی ایک بوری اور
کھانے کا سامان لیا اور اپنی پیٹھ پر لاد کر
روانہ ہوئے۔ غلام نے عرض کی "حضور لائیے
یہ سامان میں اُٹھا لوں۔ آپ نے مُسکراتے ہوئے

فرمایا۔ "لیکن قیامت کے دن تو تُو میرا بوجھ نہ اُٹھا سکے گا۔"

حضرت عمرؓ ایک خوش حال تاجر تھے۔ لیکن خلیفہ بننے کے بعد آپ نے ایک معمولی رقم جو مشکل سے گذارے کے لیئے کافی تھی بیت المال سے لینی منظور کر لی بعض اصحاب نے جن میں حضرت علیؓ۔ حضرت عثمانؓ حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ بھی شامل تھے محسوس کیا کہ اتنی تھوڑی رقم میں امیر المومنینؓ اور اُن کے کنبہ کی گذر بسر نہیں ہو سکتی۔ ان کی خواہش تھی کہ اسے کچھ زیادہ کر دیا جائے۔ لیکن کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ آپ سے اس کا تذکرہ کرے۔ آخر اُنہوں نے چپکے سے یہ بات آپ کی بیٹی اُم المومنین حضرت حفصہؓ کے گوش گذار کی اور انہیں کہا کہ وہ حضرت عمرؓ

کا عندیہ لیں۔

آپ نے جب یہ سُنا تو سخت طیش میں آ گئے۔ آپ نے اُن اشخاص کے نام دریافت کیئے جنہوں نے ایسی پیش کش کی تھی۔ "خدا کی قسم اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ وہ کون ہیں تو مار مار کر اُن کا حُلیہ بگاڑ دوں"۔

پھر آپ نے حضرت حفصہؓ سے سوال کیا کہ "حضور سرکار دو عالمؐ خود کس طرح رہتے تھے۔ آپؐ کی بہترین پوشاک کیا تھی اور آپؐ کھانا کیسا کھاتے تھے"۔

"سرکارؐ کے پاس صرف دو جوڑے کپڑوں کے تھے" حضرت حفصہؓ نے جواب دیا: "اور وہ بھی آپ صرف جمعہ کے روز یا جب کبھی غیر ممالک سے کوئی وفد آتے تو پہنا کرتے اور بہترین کھانا جو آپؐ نے کبھی کھایا۔ وہ جَو کی

گرم روٹی جس پر برائے نام مکھن لگا ہوتا۔ اور ہمارے آقاؐ کا بستر صرف ایک ہی کپڑے پر مشتمل تھا جو وہ سردی میں بھی اوڑھ لیتے۔"

"تو پھر ان لوگوں سے کہہ دو۔" حضرت عمرؓ نے فرمایا "کہ جب ہمارے آقاؐ نے ہماری زندگی کا ایک معیار قائم کر دیا تو ہمیں اس کی پیروی کرنی چاہیئے۔ میں ان تین دوستوں میں سے ایک ہوں جو اکٹھے ایک ہی راستے پر جا رہے تھے۔ ایک ان میں سے آگے چلا گیا اور منزلِ مقصود پر جا پہنچا۔ دوسرا اس کے نقشِ قدم پر چلا اور اسے جا لیا۔ مجھے بھی انہیں کے پیچھے چلنا چاہیئے تاکہ ان تک جا پہنچوں۔ اگر میں بھٹک گیا تو کسی صورت بھی اُن سے نہ مل سکوں گا۔"

عثمانؓ

حضرت عثمانؓ کا صداقت پہ ایمان لے آنا ان کے عزیزوں کے غیظ و غضب کو بھڑکانے کے لئے کافی تھا۔ اس نے ان کو دھوکا دیا تھا۔ ناقابلِ برداشت دُکھ پہنچایا تھا۔ وہ بد اخلاق و کم آمیز ہو گئے اور رسول اللہ کا قرب جو حضرت عثمانؓ کو نصیب ہُوا اس کی وجہ سے وہ اور بھی دُور ہٹ گئے۔ حضورؐ کی شفقت اور عزیزوں کی نفرت۔ اور ایک دن ان کے چچا اس درجہ بہ افروختہ ہوئے کہ ان کی مشکیں کس کر اُنہیں پیٹا۔

لیکن حضورؐ آپ کو بیحد چاہتے تھے۔ آپؐ

نے اپنی بیٹی رقیہؓ کی شادی ان سے کر دی۔
اور جب آپؐ کو معلوم ہوا کہ دوسرے مسلمانوں
کے ساتھ ان کو کس کس قسم کی تکلیفیں اور
مصائب برداشت کرنا پڑ رہے ہیں تو آپؐ
نے حبشہ کو ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ اور عثمانؓ
مہاجرین کے پہلے قافلے کے ساتھ روانہ ہو گئے۔

حضرت عثمانؓ ملک حبش میں چند سال
مقیم رہے۔ ہجرت کے وقت وہ واپس آ چکے
تھے۔ پھر آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ مدینے گئے اور وہیں پر رہائش اختیار کر لی۔

مدینہ میں پانی کی بےحد قلت تھی۔ میٹھے اور
صاف پانی کا صرف ایک ہی کنواں تھا جسے
"بیرِ رومہ" کہتے۔ اس کا مالک ایک یہودی
تھا جو مسلمانوں سے پانی کی قیمت لیتا۔ رسولؐ
خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تکلیف

کو مخصوص کیا اور خواہش ظاہر کی کہ کوئی شخص
اس کنویں کو خرید کر رفاہِ عام کے لئے وقف
کر دے۔ اور حضرت عثمانؓ نے ایسا کیا۔ آپ
نے اس کنویں کی قیمت بیس ہزار درہم دے کر
اپنے آقاؐ کی خواہش پوری کر دی۔ اور پھر حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ مسلمانوں کی
بڑھتی ہوئی تعداد کے لئے مسجد ناکافی ہے۔
تو حضرت عثمانؓ نے فوراً ساتھ کا قطعہ زمین خرید
کر مسجد میں شامل کر دیا۔
مہم تبوک کے موقعہ پر بھی آپ کی مالی اعانت
بے اندازہ تھی۔ دس ہزار درہم اور ایک ہزار
اونٹ۔
حضرت عثمانؓ کا مالی ایثار سوائے صدیق اکبر
کے کسی سے کم نہیں۔
حضرت عثمانؓ سپاہی نہ تھے۔ لیکن اس

باوجود جب کبھی آپ کو جان نثاری کا موقع ملا۔ آپ نے کبھی کوتاہی نہ کی۔ ہجرت کے چھٹے سال رسولِ خدا نے خانہ کعبہ کا قصد فرمایا۔ جب آپ حدیبیہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ مکہ کے مشرک ابھی تک عناد رکھتے ہیں۔ آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا لیکن قریش نے ان کو قید کر لیا۔ اور سخت نگرانی میں رکھا کہ کہیں بھاگنے نہ پائیں۔ کئی دن گذر گئے اور آپ واپس نہ لوٹے مسلمانوں میں تشویش پیدا ہو گئی اور یہ خبر بھی مشہور ہو گئی کہ آپ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب جنگ تھا۔ ایک سفیر کا قتل کر دینا صاف الفاظ میں اعلانِ جنگ کرنے کے برابر ہے۔ اور حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے حضورؐ نے اپنے چودہ سو صحابیوں سے ایک نیا عہد

لیا۔ اور جب سارے صحابی بیعت کر چکے تو حضورؐ سرورِ کائنات نے اسی قسم کا عہد اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر حضرت عثمانؓ کی طرف سے لیا۔ یہ حضرت عثمانؓ کے لیے سب سے زیادہ قابلِ فخر بات تھی۔ یہ ایک ایسا اعزاز تھا جو کسی دوسرے کو کبھی نصیب نہ ہو سکا۔

آپ کو حضورؐ سے بےحد محبّت تھی۔ آپ کے عہدِ خلافت کے آخری دور میں باغیوں نے مدینہ پر حملہ کر دیا۔ آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ آپ کی زندگی سخت خطرے میں تھی۔ مدینہ کے لوگ اپنے محبوب خلیفہ کی حفاظت کے لئے حاضر ہوئے۔ لیکن آپ نے انہیں لڑنے کی اجازت نہ دی۔

"امیرالمومنین! بہت سے لوگ آپ کی حمایت

پر ہیں۔ وہ کہتے تھے۔ اور یہ بھی کہ آپ راستی پر ہیں۔ باغیوں کا مقابلہ کیا جائے اور انہیں نکال دیا جائے۔ اور اگر آپ کو یہ بات پسند نہیں تو مدینہ چھوڑ کر مکہ تشریف لے جائیں۔ وہ جگہ مقدس ہے اور وہاں پر یہ لوگ فساد نہ کریں گے۔ اور یا شام چلے جائیے۔ وہاں کے لوگ وفادار ہیں اور نیز معاویہؓ بھی وہاں پر ہیں۔"

"لیکن میں ان سے لڑوں گا نہیں۔ آپ نے فرمایا۔" میں وہ خلیفہ نہیں بننا چاہتا جو مومنوں کا خون بہائے۔ اور میں مکہ بھی نہیں جاؤں گا۔ کیونکہ مجھے یقین نہیں کہ یہ لوگ کعبہ کی تقدیس کا خیال رکھیں۔ اور ملک شام کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ میں کسی حالت میں بھی وہ جگہ چھوڑ کر نہیں جا سکتا جہاں پر میرے آقا

رسولِ اکرمؐ کا جسدِ خاکی دفن ہے۔ اور نہ ہی
میں تم لوگوں میں سے کسی کو اس بات کی اجازت
دوں گا کہ میری خاطر تلوار کو بے نیام کرے
اور اگر کوئی ایسا کرے گا تو وہ میرا دوست نہیں"
آپ کو موت کا سامنا تھا۔ لیکن پھر بھی عاشقِ
رسولؐ نے وہ جگہ چھوڑنے سے انکار کر دیا جہاں
پہ اُن کے محبوب آقا دفن تھے۔

تین سو

ایک دفعہ حضورؐ نے تین سو افراد کا لشکر سمندر کے کنارے بھیجا۔ آپؐ نے ہر شخص کو ایک تھیلی کھجوروں کی بطور راشن عنایت فرمائی اس کے سردار ایک پختہ کار جرنیل حضرت ابو عبیدہؓ تھے۔ چند روز بعد راشن ختم ہو گیا۔ قیس نے مشورہ دیا کہ خوراک کے لئے اونٹوں کو ذبح کیا جائے۔ اس سے ابو عبیدہؓ پریشان ہو گئے۔ کیونکہ اس سے نقل و حرکت کو نقصان پہنچتا تھا۔ آپ نے اُن کو ایسا کرنے سے روک دیا۔ اور ہر شخص کے پاس جتنی بھی کھجوریں بچ رہیں تھیں اکھٹی کر لیں۔ یہ سب

انھوں نے اپنے تھیلے میں رکھ لیں اور ہر شخص کو پورے دن کی خوراک ایک کھجور دینا شروع کر دی۔ صرف وہی لوگ اس خوراک سے زندہ رہ سکتے۔ جن کو اللہ اور اس کے رسولؐ سے عشق تھا۔ نہ صرف یہ بلکہ ابھی اور مصیبت بھی اُن کے لئے باقی تھی۔ کیونکہ تھوڑے عرصے بعد یہ کھجوریں بھی ختم ہو گئیں اور انہیں درختوں کے خشک پتے کھا کر گزارہ کرنا پڑا۔ آخر اُن کو صبر کا پھل ملا اور قادرِ مطلق نے ایک بہت بڑی مچھلی سمندر کے کنارے بھیج دی اور وہ اسے کئی دن کھاتے رہے۔ وہ مچھلی اتنی بڑی تھی کہ بہت سے لوگ اس کا گوشت سکھا کر اپنے ساتھ واپس مدینہ بھی لے آئے۔

عبدبن بشرؓ

ایک دفعہ حضورؐ میدانِ جنگ سے واپس لوٹ رہے تھے - راستہ میں رات کے لئے لشکر خیمہ زن ہوا - دو جانباز سپاہیوں نے پہرے کے لئے خود کو پیش کیا - ایک تھے عمارؓ بن یاسر اور دوسرے عبد بن بشرؓ حضورؐ نے انہیں ایک درہ کے دہانے پہ مامور کیا - یہاں سے دشمن کے حملہ کا اندیشہ تھا - اُنھوں نے آپس میں طے کیا کہ پہلے آدھی رات ایک سو جائے اور دوسرا پہرہ دے - اور اس کے بعد وہ اپنے ساتھی کو جگا دے اور خود صبح تک آرام کرے - یہ سب سے بہتر

طریقہ تھا۔ اگر دونوں جاگتے رہنے کی کوشش کرتے تو دونوں کی آنکھ لگ جانے کا احتمال تھا۔

رات کا پہلا حصہ عبد بن بشرؓ کے حصّے آیا۔ اور عمّار سو گئے۔ عبّاد نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ دشمن کا ایک جاسوس بڑھا اور سنتری پر تیر چلایا۔ لیکن نشانہ نے جنبش نہ کھائی۔ اس نے دوسرا تیر پھینکا۔ پھر بھی کوئی اثر نہ ہوا۔ تیسرا تیر اس جسم میں بہت گہرا پیوست ہو گیا جو اپنے خالق حقیقی کے آگے بے حس و حرکت کھڑا تھا۔ نہایت خاموشی سے سنتری نے اپنے جسم سے تیروں کو نکال پھینکا اور کمل اطمینانِ قلب سے باقی کی نماز ادا کی اور اس کے بعد اس نے اپنے ساتھی کو جگایا۔ جو اتنا زیادہ خون بہتے دیکھ کر بے حد پریشان ہوا۔

"تم نے مجھے پہلے کیوں نہ جگایا؟" اس نے پوچھا۔

"میں ایک سورۃ شروع کر چکا تھا اور اسے ختم کئے بغیر رکوع میں نہیں جانا چاہتا تھا۔ اب بھی میں تمہیں پریشان نہ کرتا۔ اگر پہرے کا خیال نہ ہوتا مجھے ڈر تھا کہ مبادہ میں زخموں کی وجہ سے مر جاؤں اور ہمارے ذمہ جو حضور سرکار دو عالمؐ نے فرض سونپا ہے وہ نامکمل ہی رہ جائے۔

چھ شہید

جنگ اُحد میں بہت سے کافر مارے
گئے ۔ ان کے رشتہ دار اُن کی موت
کا انتقام لینے کے لئے از حد بے چین
تھے ۔ انتقام اور سخت انتقام کے لیے
وہ چلّا رہے تھے ۔ سلافہ اپنے دو بیٹے
کھو چکی تھی ۔ اُنہیں عاصم نے مارا تھا ۔
اُس نے قسم کھا رکھی تھی کہ وہ عاصم کی
کھوپڑی میں شراب پی کر اپنا بدلہ لے گی ۔
اور اُس نے اُس کے سر پر ایک سو
اونٹ کا انعام مقرر کر رکھا تھا ۔ سفیان بن
خالد اتنے بڑے انعام کے لالچ میں آ گیا ۔

اس نے اپنے ساتھ چند ایک منافق ملا لیے۔
جو خود کو مسلمان کہتے اور انہیں لے کر
حضور سرورِ کائنات کی خدمت میں حاضر
ہوا اور درخواست کی کہ چند ایک مبلغ جو
انہیں دینِ اسلام کی تعلیم دے سکیں ان کے
ساتھ روانہ کئے جائیں۔ عاصم کو خاص طور
پر مانگا گیا۔ کیونکہ وہ ایک روشن دماغ مقرر
تھا۔ حضور مان گئے اور چھ اصحاب کو ان
کے ساتھ بھیج دیا۔ راستے میں ان کو معلوم
ہو گیا کہ ان سے دھوکہ کیا گیا ہے اور ان
کے ساتھ دو سو تیر اندازوں کا محافظ دستہ
اصل میں اُن کے خون کا پیاسا ہے۔ ان کا
مقابلہ کوئی آسان کام نہ تھا۔ اس لئے وہ
بھاگ کر ایک پہاڑی پر چڑھ گئے اور وہاں
مورچہ قائم کر لیا۔ پہلے تو وہ تیروں سے مقابلہ

کرتے رہے۔ لیکن جب تیر ختم ہو گئے تو نیزوں سے لڑے اور جب نیزے بھی ٹوٹ گئے تو تلواریں چلتی رہیں۔ آخر تلواریں بھی ٹوٹیں تو ان میں سے تین شہید ہو گئے۔ حضرت عاصم نے دُعا مانگی کہ اس سانحہ کی اطلاع حضورؐ تک پہنچ جائے اور آپ نے یہ بھی دُعا مانگی "کہ اللہ کریم میں تیری راہ میں اپنا سر دے رہا ہوں اسے بے حرمتی سے بچائیو"۔ انہیں سلافہ کے ناپاک ارادے کا پتہ چل چکا تھا۔

اور جب ان کے قاتل اُن کا سر کاٹنے لاش کے قریب پہنچے تو شہد کی مکھیوں نے ان کے جسم کو گھیر لیا۔ اُنھوں نے رات تک کے لئے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔ تاکہ مکھیاں رات کو غائب ہو جائیں۔ لیکن اس اثنا میں ا تنے زوروں کی بارش آئی کہ عاصم شہید کی نعش کو

بھی بھاگ کر لے گئی۔

باقی جو تین بچ گئے انہیں یقین دلایا گیا کہ ہتھیار ڈالنے کی صورت میں انہیں امان دے دی جائے گی۔ لیکن جونہی وہ پہاڑی پر سے نیچے اترے انہیں کی کمانوں کی رسیوں سے ان کی مشکیں کس دیں۔

عبداللہؓ بن طارق نے اس بے عزتی پر موت کو ترجیح دی اور خبیبؓ اور زیدؓ کو مکہ لے جا کر ان کے دشمنوں کے پاس فروخت کر دیا گیا۔

حضرت زیدؓ کے قتل کا تماشا دیکھنے بہت سے لوگ جمع ہوئے۔ ان تماشائیوں میں سے ابو سفیان بھی تھا۔ جب انہیں قتل کیا جانے لگا تو اس نے پوچھا۔ کہ "اے زید اس خدا کی جس کی تم عبادت کرتے ہو قسم کھا کر سچ سچ کہو کہ اگر آج تمہاری جگہ محمدؐ کو قتل

گیا۔ سولی پر موت بے حد دردناک ہوتی ہے۔
اور جب وہ اپنے ناپاک ارادے کو تکمیل دینے
لگے تو اُن سے پوچھا کہ کوئی آخری خواہش ہے
تو بتاؤ۔

حضرت خبیبؓ نے نماز ادا کی یہی اُن کی
آخری خواہش تھی۔ اور جب اُنہیں سولی پہ لٹکایا
گیا تو انہوں نے صرف اتنی التجا کی کہ کوئی شخص
ان کے آقا و مولا پیغمبرِ دو عالمؐ تک ان کا آخری
سلام پہنچا دے۔

چالیس خونخوار درندے اپنے برچھے لئے اُن
پر ٹوٹ پڑے اور جانباز شہید کے جسم کو ٹکڑے
ٹکڑے کر دیا۔

عبداللہ بن جحشؓ

عبداللہؓ بن جحش اور سعدؓ بن ابی وقاص
جنگ احد میں اکٹھے تھے۔ ان دونوں نے
بارگاہ الٰہی میں جو دعائیں مانگیں وہ قبول ہوئیں
"کل جب میں میدانِ جنگ میں نکلوں تو
میرے مقابلہ میں دشمنوں کا بہادر ترین شخص
آئے اور میں اُسے مغلوب کروں" حضرت سعد
نے کہا۔
"آمین" عبداللہؓ بولے "اور جب میں جنگ
کے اکھاڑے میں جاؤں تو میرا سامنا بھی
خوفناک دشمن سے ہو۔ اور میں سختی سے
کا مقابلہ کروں۔ لیکن وہ مجھے شہید کر دے

میری ناک اور میرے کان کاٹ لے اور جب
میں قیامت کے دن اپنے آپ کو تیرے حضور
میں پیش کروں اور تو مجھ سے پوچھے کہ تیری
ناک اور کان کیا ہوئے تو میں جواب دوں کہ
اے ربِّ دو عالم وہ تیری راہ میں کاٹے گئے"
اور تو کہے کہ "ہاں یہ سچ ہے"
"آمین" کہا سعدؓ بن ابی وقاص نے۔
اور اگلے روز جب اُحد کی وادی میں جنگ
کا تنور گرم ہوا تو دونوں کی دعائیں قبول ہوئیں۔
سعدؓ نے اپنے مخالف کو مغلوب کر کے قتل
کر دیا۔

عبداللہؓ اتنی شجاعت سے لڑے کہ دشمن
دنگ رہ گیا۔ جب ان کی تلوار ٹوٹ گئی تو
حضورؐ نے ایک درخت کی شاخ عطا فرمائی جو
تلوار بن گئی۔ انہوں نے کئی ایک کا زور کم

جہنم واصل کیا اور پھر آپ شہید ہوئے اور دشمن نے ان کی ناک اور کان کاٹ لیئے۔

اب حضرت سعدؓ کو احساس ہوا کہ عبد اللہؓ کی دعا یقیناً اُن کی دُعا سے بہتر تھی۔ ان کی آرزو نہ صرف خدا کی راہ میں لڑنے کی تھی۔ بلکہ ان کا مقصد اللہ کے نام پہ اپنی جان تصدق کر دینا تھا۔

انس بن نضرؓ

جنگ احد میں مسلمانوں کو وقتی طور پر تھوڑی سی ہزیمت اٹھانا پڑی۔ ان کا مقابلہ کفار مکہ سے تھا۔ سرکار دو عالمؐ خود لشکر کی قیادت فرما رہے تھے۔ آپؐ نے فوج کے عقب میں تیر اندازوں کا ایک دستہ متعین فرما رکھا تھا۔ آپؐ کا فرمان تھا کہ ان میں سے کوئی بھی اپنی جگہ سے ہٹنے نہ پائے۔ شدید جنگ کے بعد جب فتح یقینی ہو گئی تو دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے اور انہیں بھاگتے ہی بنی۔ اس وقت تیر اندازوں نے اپنی جگہ چھوڑ کر کفار کا تعاقب شروع کر دیا اور ان کے خیموں میں

لوٹ مار مچا دی ۔ اُنہوں نے نہ صرف اپنے سردار بلکہ اپنے آقاؐ کے حکم کی خلاف ورزی کی ۔ لشکرِ کفار کے ایک دستہ نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عقب سے حملہ کر دیا ۔

یہ دیکھ کر بھاگتا ہوا دشمن پلٹ کر سامنے آ گیا اور مقابلہ پر ڈٹ گیا ۔ اس اچانک حملہ سے مسلمانوں میں ہیجان پھیل گیا ۔ بہت سی جانیں ضائع گئیں ۔ اور بعض نے بھاگ کر جان بچائی ۔ یہاں تک کہ حضورؐ بھی دشمن کے نرغہ میں آ گئے اور اسلامی لشکر کافی مصیبت میں پھنس گیا ۔ حضرت انسؓ بن نضرؓ جن کو جنگِ بدر میں شامل ہونے کا موقعہ نہ مل سکا تھا اب اس تاک میں تھے کہ اپنی جان اپنے اللہ کے نام پر قربان کر دیں ۔ وہ اپنے آقا کی

حفاظت کے لئے جان بکف ہو کر کافروں کے مقابلہ میں آموجود ہوئے۔

"خدا کی قسم اُحد کی پہاڑی میں سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے"۔ اور تلوار سونتے کینہ پرور عربوں کے لشکر میں گھس گئے اور پھر کبھی باہر نہ آئے۔ اللہ تعالےٰ نے انہیں شہادت کا رتبہ عطا فرمایا۔ آپ کے جسم پر تیروں تلواروں اور نیزوں کے اسّی زخم تھے اور آپ کی بہن نے بصد مشکل آپ کو انگلیوں کے پوروں سے پہچانا۔

عملی

رسولؐ خدا ایک دن کوہِ صفا پر تشریف
لے گئے اور وہاں اپنے تمام کنبہ والوں
کو بلا بھیجا۔ جب سب لوگ وہاں جمع
ہو گئے تو آپؐ نے اُن کو مخاطب کرتے
ہوئے فرمایا کہ :-

"اگر میں تم سے کہوں کہ دشمن اس پہاڑ
کے عقب سے بڑھ رہا ہے تو کیا تم یقین
کر لو گے ؟"

سب بیک زبان کہہ اُٹھے "ضرور"

"اس لئے کہ تم دیانت دار اور راست باز
ہو"

یہ آواز وادیٔ صفا میں گونج اٹھی۔
رسولِ خدا نے پھر اُن کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ :-

"اگر تم اُس خدا پر جس نے تمہیں پیدا کیا ہے ایمان نہیں لاؤ گے تو پچھتاؤ گے اور تمہارا انجام بُرا ہو گا"

یہ سننا تھا کہ تمام کُنبہ والے غیظ و غضب میں بھر گئے۔ انہوں نے آپؐ کو بُرا بھلا کہا۔ اور سب ناخوش ہو کر وہاں سے چل دیئے۔ اس طرح حضورؐ کے دشمنوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا۔

تھوڑے عرصہ کے بعد آپؐ نے اپنے قبیلہ کو پھر دعوت دی۔ علیؑ کو آپؐ نے مہمانوں کی خاطر و مدارات کی ہدایت کی۔ اگرچہ اس وقت اُن کی عمر پندرہ سال کی تھی۔ پھر بھی

بڑی دانشمندی اور ہوشیاری سے اُنہوں نے اپنے فرض کو نبھایا - مہمانوں کی تعداد چالیس کے لگ بھگ تھی - جس میں پیغمبرؐ خدا کے چچا بھی شریک تھے - پُر تکلف دعوت کے بعد آپؐ نے مہمانوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی-
آپؐ نے فرمایا:-

"خدا کی قسم مَیں تمہیں ایک ایسی چیز پیش کرتا ہوں - جو اس دنیا اور آخرت کی تمام چیزوں سے بدرجہا بہتر ہے - لیکن اس شرط پر کون میرا معاون و مددگار ہوگا؟"

محفل میں سناٹا چھا گیا - سب خاموش تھے علیؓ اُٹھے اور بلند آواز سے پکارا :-

" مَیں اگرچہ بچّہ ہوں دُبلا ، پتلا اور کمزور میری آنکھیں بھی دُکھ رہی ہیں - پھر بھی مَیں آپؐ کا دوست اور ساتھی رہوں گا۔"

آنحضرتؐ نے علیؓ کو بیٹھ جانے کے لئے فرمایا۔ اور پھر حاضرین مجلس کو خطاب فرمایا۔ اب کے بھی محفل خاموش تھی کسی کو بولنے کی ہمت نہ پڑی۔ لیکن علیؓ پھر اُٹھے اور پہلے سے کہیں زیادہ جوش کے ساتھ اپنا پہلا جواب دُہرایا۔ آپؐ نے پھر انہیں بیٹھ جانے کی ہدایت کی اور پھر تیسری مرتبہ مجلس کو مخاطب کرتے ہوئے دعوتِ حق دی۔

سب کے سب خاموش تھے۔ کسی پر بھی دعوتِ حق کا مطلق کوئی اثر نہ ہُوا۔ لیکن وہ علیؓ اور صرف علیؓ کی ذات تھی جس کی آواز کی گونج نے سکوتِ محفل کو توڑا اور آپ نے گرجدار آواز میں جواب دیا کہ میں آپ کا رفیق اور ساتھی رہوں گا۔

مغرب کے دامن میں شام کا سورج آہستہ

آہستہ غروب ہو رہا تھا ۔ وحشی عربوں کا ایک گروہ حضورؐ کے مکان کے باہر منتظر کھڑا تھا ۔ وہ آپؐ کو مدینہ کی طرف روانہ ہونے سے قبل ہی قتل کرنے پر تُلے ہوئے تھے ۔ مکان کو اُنہوں نے چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا ۔ رات بھر وہ محاصرہ کئے رہے ۔ صبح کے وقت وہ دروازہ توڑ کر مکان میں گھس گئے ۔ لیکن بستر پر حضرت علیؓ تھے ۔ رسولِ خدا نہ تھے ۔

آنحضرت اپنے رفیق حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ جا چکے تھے ۔ اور آپؐ کا بہادر بھائی علیؓ آپ کے بستر پر سو رہا تھا ۔ ایسا بستر جس پر سینکڑوں ننگی تلواریں لہرا رہی تھیں ۔

بتوں کے پجاریوں کو شکست ہوئی ۔ رسولِ خدا اُن کی آنکھوں کے سامنے گھر سے نکلے اور

اُن کے درمیان میں سے ہوتے ہوئے گذر گئے - خدا نے اُن کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تھا اور وہ آپؐ کو نہ پہچان سکے -

اس سے بڑھ کر قربانی کی اور مثال کیا ہو سکتی ہے -

آپؐ کی روانگی کے چند دن بعد علیؓ بھی اپنے آقاؐ کے پاس جا پہنچے - تمام ملک دشمنوں سے بھرا پڑا تھا - آپ رات کو سفر کرتے اور دن کو کہیں پناہ لے لیتے اور پھر شام کو اپنا سفر شروع کر دیتے -

اسلام کی تاریخ میں جب سب سے پہلی مسجد تعمیر ہوئی تو علیؓ بھی اپنے آقاؐ کے ہمراہ مسجد بنانے میں شریک تھے - رسولِ خداؐ اور دیگر اصحابؓ کی طرح آپؓ بھی مزدور بن گئے - اپنے کندھوں پر اینٹیں اور گارا اٹھا اٹھا کر

دیتے رہے۔

"ایک وہ جو مسجد تعمیر کرتا ہے۔ اور اس کا بوجھ اٹھاتا ہے۔ دوسرا وہ جو دھول اور مٹی سے بچنے کے لئے اُس سے گریز کرتا ہے کبھی برابر نہیں ہو سکتے"۔

جنگِ اُحد میں حضرت علیؓ از حد پریشان ہوئے۔ رسولِ خداؐ یکلخت آپ کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ آپ نے پہلے اُنہیںؐ زندوں میں ڈھونڈا پھر شہیدوں میں۔ لیکن کہیں بھی حضورؐ کا پتہ نہ چلا۔ یہ دیکھ کر آپ پر شدت سے شوقِ شہادت غالب ہوا۔ اور آپ تلوار سونتے خونخوار کفارِ مکہ کے درمیان گھس گئے۔ آپ کے زورِ بازو کے سامنے دشمن کہاں ٹھہر سکتا تھا۔ اور آپ نے جلد ہی حضورؐ کو دیکھ لیا۔ آپ کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ جب آپ کو معلوم ہوا

کہ ربِّ دو عالم نے اپنے محبوب نبیؐ کی حفاظت کے لئے فرشتے متعین کر دئے تھے۔ جیسے ہی وہ آگے بڑھے کافروں کے ایک گروہ نے پھر حضورؐ پر حملہ کیا۔

"علیؓ انہیں روکو"۔ حضورؐ نے فرمایا اور جان نثار بھائی نے تنہا ان سب کا مقابلہ کیا اور کافی تعداد میں قتل کئے۔

تھوڑی دیر بعد وہ پھر طوفان کی طرح آئے لیکن حضرت علیؓ کی ذات ان سب کے لئے کافی تھی۔

حضرت جبرئیلؑ نے یہ دیکھا اور حضرت علیؓ کی بے مثل شجاعت کی داد دی۔

"یقیناً علیؓ مجھ میں ہے اور میں اس میں ہوں"۔ حضورؐ نے فرمایا۔ "اور آپ دونو مجھ میں ہیں"۔ حضرت جبرئیلؑ نے جواب دیا۔

عمرو بن جموحؓ

جنگ اُحد کے موقع پر لشکرِ اسلام میں داخل ہونے کی غرض سے عمرو بن جموح بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے۔ ان کے چار بیٹے تھے۔ اور سب کے سب مجاہد۔ لیکن یہ کبھی بھی کسی جنگ میں نہ گئے تھے۔ اس لئے کہ آپ لنگڑے تھے۔ لیکن اب آپ نے جہاد میں شامل ہونے کا تہیہ کر لیا تھا۔

"میرے بیٹے تو باغِ جنت میں داخل ہوں۔ اور میں اس دنیا میں سڑتا رہوں" آپ نے کہا اور آپ کی اہلیہ نے بھی آپ کو بزدل ہونے کا طعنہ دیا۔

"میں اپنے اللہ سے دُعا مانگتا ہوں کہ میں اپنے خویش و اقارب میں واپس کبھی نہ لوٹوں اور بڑے اکڑفوں کے ساتھ میدانِ جنگ کو چلے۔ جہاں بڑے رُعب و دبدبہ سے آپ نے کئی دشمن ہلاک کئے اور للکار کر کہنے لگے۔ "مجھے قسم ہے اپنے پروردگار کی کہ میں جنّت کا خواہاں ہوں۔ یقیناً میں جنّت کے لئے ترستا ہوں۔"

آپ کی دُعا پوری ہوئی۔ آپ کا ایک بیٹا بھی شہید ہوا۔ لیکن وہ اونٹ جس پر باپ بیٹے کی نعشیں رکھی تھیں مدینہ کی طرف ایک قدم بھی نہ اٹھاتا تھا۔ اس کو چابک مارنے۔ کوڑے لگاتے۔ لیکن وہ اپنی لمبی گردن اُحد کی طرف پھیر لیتا۔

اسی طرح عمروؓ کی دعا کہ میں اپنے عزیزوں

کی طرف کبھی نہ لوٹوں بھی قبول ہوئی - کیونکہ اسے اپنے نبیؐ سے عشق تھا اور اپنے اللہ پر مکمل ایمان ؛

مصعب بن عمیرؓ

مصعبؓ ایک امیر گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کے والد آپ کو بے حد پیار کرتے۔ آپ کی زندگی بالکل شہزادوں کی سی تھی۔ آپ بہترین لباس پہنتے اور نہایت اعلےٰ قسم کے کھانے کھاتے۔ آپ فطرتاً نیک تھے۔ اور صداقت کی طرف مائل۔ آپ شروع میں ہی ایمان لے آئے اور اسے مخفی رکھا۔ لیکن کسی نے آپ کے والدین کو بتلا دیا۔ جنہوں نے آپ کو زنجیروں میں جکڑ کر ایک کوٹھڑی میں پھینک دیا۔ ایک دن آپ وہاں سے نکل بھاگے اور ملک حبش کو جانے والے مہاجرین کے قافلہ میں شامل

ہو گئے۔

نیک دل نجاشی کے ملک میں تھوڑی دیر قیام کرنے کے بعد آپ واپس لوٹ آئے۔ اور سرکارِ دو عالمؐ کی خدمت میں مدینہ چلے گئے۔ مدینہ میں آپ کی زندگی بالکل درویشوں کی سی تھی۔ آپ دن رات عبادت میں مشغول رہتے حضورؐ جب اس امیرزادے کو پھٹے پرانے کپڑوں میں دیکھتے تو آپؐ کو بے حد قلق ہوتا۔

جنگ اُحد میں یہ نو عمر سپاہی لشکر اسلام کے علم بردار تھے۔ جب مسلمانوں کو وقتی طور پر شکست ہوئی تو تمام لشکر میں ہیجان پھیل گیا۔ لیکن علمبردار اپنی جگہ پر ڈٹا رہا۔ ایک دشمن آیا اور اس نے بڑھ کر آپ کا ہاتھ کاٹ دیا۔ تو آپ نے اپنے کٹے ہوئے ہاتھوں سے علم تھام کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ لیکن گرنے نہ

دیا ۔ یہ دیکھ کر دشمن نے غصّے میں آ کر ایک تیر چھوڑا ۔ جس سے آپ شہید ہو گئے ۔ آپ کے گرتے ہی ایک ساتھی نے بڑھ کر علم تھام لیا ۔ کیونکہ علم کا گر جانا مسلمانوں کی شکست سمجھی جاتی ۔

اور جب اس نادار شہید کو دفن کیا گیا ۔ تو تن ڈھانپنے کو کپڑا بھی کافی نہ تھا ۔ وہ جو بچپن میں اعلےٰ قسم کے ریشم و کمخواب کے لباس پہنتے ان کو پورا کفن بھی نصیب نہ ہُوا ۔

وہب بن قابوسؓ

اپنی بکریوں کو ایک لمبی رسی سے باندھے وہبؓ
جو ایک چرواہے تھے مدینہ میں آ گئے۔ آپ
نزدیک ہی ایک گاؤں میں رہتے تھے۔ آپ
حضورؐ کو دیکھنے آئے تھے جن سے آپ کو بے حد
محبت تھی۔ حضورؐ اس وقت مدینہ میں موجود
نہ تھے۔ انہیں معلوم ہوا کہ آپ جنگ احد
میں مصروف پیکار ہیں۔ اپنی بکریوں کو وہاں
چھوڑ چھاڑ آپ میدان جنگ کی طرف بھاگے
جہاں حضورؐ دشمنوں میں گھرے ہوئے تھے
"جو کوئی ان کافروں کے حملے کو روکے گا وہ
جنت میں میرا ساتھی ہوگا" حضورؐ نے فرمایا

یہ سنتے ہی وہبؓ نے اپنی تلوار کے جوہر دکھائے اور کئی ایک دشمن کاٹ کر رکھ دیئے۔ جو آخر بھاگ کھڑے ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد کافروں کے ایک اور گروہ نے حملہ کیا۔ لیکن وہبؓ ایسی بہادری سے لڑے کہ دیکھنے والے دنگ رہ گئے۔

لیکن کفار کہ ایک تو تعداد میں بہت زیادہ تھے۔ دوسرے وہ حضورؐ کو ضرر پہنچانے پر تلے ہوئے تھے۔ وہ پھر حملہ آور ہو گئے۔ اور سرکارِ دو عالمؐ نے وہبؓ کو جنت کی بشارت دی۔ وہبؓ دشمنوں کے درمیان گھس گئے۔ اور نہایت بے جگری سے لڑتے رہے۔ حتیٰ کہ شہادت پا لی۔

حضورؐ نے آپ کے لئے دعا فرمائی اور کہا۔ اللہ تم سے راضی ہو۔ میں بھی تم سے

راضی ہوں“ اور حالانکہ آپؐ زخمی تھے
پھر بھی ان کی نماز جنازہ خود ادا فرمائی۔

ستّر شہید

نجد کا ایک سردار عامر بن مالک دربار رسالتؐ میں حاضر ہوا۔ اور درخواست کی کہ چند ایک بہترین مقرر اور مبلغ جو صحابہ کرامؓ میں سے ہوں۔ اس کے ساتھ بھیجے جائیں۔ کیونکہ وہ اپنے قبیلہ میں دین اسلام پھیلانے کا خواہشمند تھا۔ اس نے ان کی حفاظت کا وعدہ کیا اور حضورؐ نے اس کی درخواست قبول فرمائی۔ ستّر صحابی اس سردار کے ساتھ روانہ ہوئے گئے۔ حضورؐ نے اُن کے ذریعہ ایک خط بنی عامر کے سردار عامر بن طفیل کے نام بھی ارسال کیا۔ جس میں

اسے دعوت اسلام دی - یہ شخص عامر بن مالک
کا بھتیجا تھا اور مسلمانوں اور ان کے دین کا
سخت دشمن -

مبلغوں کا قافلہ "بیر معونہ" پر رکا اور حرامؓ
اپنے دو ساتھیوں کو لے کر رسولؐ اللہ کا خط
اس ظالم سردار کو پہنچانے گئے لیکن یہ بھینس
کے آگے بین بجانا تھا -

"مجھے رب کعبہ کی قسم میں نے اپنی منزل
پالی" - حرامؓ نے اس دغا باز کے نیزے
تلے جان دیتے وقت کہا -

اور اس کے بعد اس نے ایمان پیچھے
اپنے قبیلے کے اور آدمی اکٹھے کر لئے اور
تمام کے تمام صحابی شہید کر دیئے - صرف
دو بچ گئے - عمرؓ بن امیہ اور منذرؓ بن
وہ بھی اس لئے کہ وہ اونٹ چرانے گئے

ہوئے تھے ۔ جب وہ واپس لوٹے تو اُنھوں نے دُور سے دیکھا کہ جہاں وہ اپنے ساتھیوں کو چھوڑ گئے تھے وہاں پہ گدھ منڈلا رہی تھیں ۔ اور جب وہ نزدیک پہنچے تو دیکھا کہ سب کے سب شہید کر دیئے گئے تھے ۔ اور قاتلوں کی تلواروں سے خون ٹپک رہا تھا ۔ پہلے تو وہ کچھ ہچکچائے اور سوچنے لگے ۔ عمرؓ نے مشورہ دیا کہ واپس جاکر سرکار دو عالم کو اس سانحہ کی اطلاع دی جائے ۔ لیکن منذرؓ نہ مانے ۔ " خبر تو کسی نہ کسی طرح پہنچ ہی جائے گی ۔ لیکن میرا دل اجازت نہیں دیتا کہ شہادت کا ایسا شاندار موقعہ ہاتھ سے جانے دوں ۔ آؤ بھاگ کر اپنے ساتھیوں سے جا ملیں " یہ کہہ کر اس نے تلوار کھینچ لی اور دونو ایسی بہادری سے لڑے کہ دشمن ششدر رہ

گئے۔ منذرؓ کی آرزو پوری ہوئی اور آپ نے شہادت پائی۔ عمروؓ گرفتار ہوئے۔ لیکن اُن کو بعد میں رہا کر دیا گیا۔ کیونکہ اس غدار کی ماں نے اپنے بتوں کے سامنے ایک غلام آزاد کرنے کی قسم کھا رکھی تھی۔ اس طرح عمروؓ بن امیہ یہ غمناک کہانی حضورؐ تک پہنچانے کے لئے بچ گئے اور سرکارِ دو عالمؐ کو کبھی کبھی اتنا رنج نہ ہوا جتنا کہ یہ خبر سن کر۔ کیونکہ آپ کو ان ستر صحابیوں سے بے حد محبت تھی۔

جعفرؓ

حضورؐ نے ایک لشکر رومیوں سے لڑنے کو بھیجا۔ انہوں نے اس قاصد کو قتل کر دیا تھا جو انہیں دعوتِ حق دینے گیا تھا۔ آپؐ نے زیدؓ کے ہاتھ میں اس فوج کی کمان دی۔ اور فرمایا "کہ اگر یہ شہید ہو جائیں تو ابو طالبؓ کے بیٹے جعفرؓ کو علم دیا جائے۔ اور اگر وہ بھی کام آئیں تو عبداللہؓ بن رواحہ امیر لشکر بنیں۔ اور اگر وہ بھی شہادت پائیں تو اپنی مرضی سے سردار منتخب کر لینا۔"

اور حضورؐ نے خود اپنے دست مبارک سے اسلام کا سفید پرچم حضرت زیدؓ کے سپرد

کیا۔ اور کافی راستہ انہیں چھوڑنے کے لئے تشریف لے گئے۔ اور اُن کے لئے فتح و نصرت کی دُعا مانگی۔

روم کے شہنشاہ ہرقل کی مسلح اور منظم فوجوں سے لڑنا کوئی مذاق نہ تھا۔ اور یہ صرف تین ہزار تھے۔ تین لاکھ کے مقابلہ میں لیکن کثرتِ تعداد حق پرستوں کو کبھی خائف نہ کرسکی وہ اللہ کے نام پر لڑتے اور اللہ ہی انہیں فتح بخشنے والا تھا۔ ان کا مقصد محض فتح حاصل کرنا نہ تھا۔ بلکہ اللہ کی راہ میں اپنی جانیں قربان کرنا تھا۔ اگر وہ جیت جاتے تو غازی اور اگر مارے تو شہید۔ ان کو اپنی موت سے اتنی ہی محبت تھی جتنی ان کے دشمنوں کو زندگی سے۔ اور وہ رومیوں کے ٹڈی دل لشکر کے مقابلے کو بڑھے۔

زیدؓ شہید ہوئے۔ جعفرؓ نے بڑھ کر علم ہاتھ میں لیا۔ آپ نے اپنے گھوڑے کی کونچیں بھی کاٹ دیں۔ تاکہ واپسی کا خیال تک بھی نہ آ سکے۔

"اللہ کی جنت کتنی پیاری ہے اور پھر جبکہ اتنی قریب"۔ یہ کہہ کر شکاتی تلواروں کے بحر بے پایاں میں کود پڑے۔ وہ لشکر اسلام کے علم بردار تھے۔ اس لئے ہر دشمن کی نظر آپ پر تھی۔ انہوں نے آپ کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا۔ جس میں آپ علم لئے ہوئے تھے۔ آپ نے علم اپنے بائیں ہاتھ میں لے لیا اور جب آپ کا بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا تو آپ نے علم دانتوں میں پکڑ کر سینے سے چمٹا لیا۔ آخر ایک رومی نے پیچھے سے وار کر کے آپ کو شہید

کر دیا۔ اللہ کی راہ میں جان دینے والے
اس شہید کے جسم پر تیروں، بھالوں اور تلواروں
کے نوّے زخم تھے اور ان کی عمر اس وقت
تینتیس سال کی تھی ؛

اپنے اللہ اور رسولؐ کی خاطر قربانی اور
جان نثاری کے اس درجہ عظیم الشان نمونے
پیش کرنے والے صرف مرد ہی نہ تھے بلکہ اُس
وقت کی عورتیں بھی اپنی شجاعت، ہمت اور
ایثار کی کہانیوں سے تاریخ کے اوراق مزین
کرتی ہیں جو کہ یقیناً دورِ حاضرہ کی بچیوں
کے لئے مشعلِ ہدایت کا کام دیتی ہیں۔

فاطمہ رضؓ

آپ چکی پیستیں اور آپ کے ہاتھوں میں
چھالے پڑ جاتے۔ آپ دور ندی سے پانی
بھر کر لاتیں تو چمڑے کے مشکیزے کی رسی آپ
کی نازک جلد میں دھنس جاتی۔ سارا دن
آپ گھر کے کام کاج میں مصروف رہتیں۔
اور آخر تھک ہار جاتیں۔
آپ تھیں فاطمہؓ اللہ کے پیارے نبی محمدؐ
کی چہیتی بیٹی۔ اور حضرت علیؓ شیر خدا کی
پیاری بیوی۔
حضرت علیؓ نے ایک دن کہا کہ حضورؐ کی
خدمت میں حاضر ہو کر اپنے لئے ایک لونڈی

مانگ لیں ۔ آپ نے اپنے شوہر کے حکم کی تعمیل
کی اور حضورؐ کے پاس گئیں لیکن انہیں کچھ کہنے
میں حجاب مانع ہوا ۔

اور اگلے دن شفیق باپؐ خود آپ کے گھر
تشریف لائے اور اُن کی آمد کی وجہ دریافت
فرمائی ۔ آپ تو خاموش رہیں ۔ لیکن حضرت علیؓ
نے عرض کی ۔

حضورؐ مسکرائے اور فرمایا ۔ "اللہ سے ڈرو اور
اس کے فرائض انجام دو ۔ اپنے شوہر کے آرام
و آسائش کا خیال رکھو اور گھر کا کام خود کرو ۔
اور رات کو جب تم سونے لگو تو تینتیس مرتبہ
سبحان اللہ ۔ تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور
چونتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لو اور یہ سب میں
تمہیں یقین دلاتا ہوں ۔ لونڈی سے بہت
بہتر ہیں ۔"

اور دنیا کی عظیم ترین شخصیّت کی بیٹی نے اپنے اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام کے آگے اپنا سر جُھکا دیا ؂

عائشہؓ

صدیق اکبرؓ کی بیٹی عائشہؓ حضورؐ کی وفا شعار بیوی تھیں - زہد و سخاوت میں آپ کا ثانی نہیں" ایک دن آپ کو ایک لاکھ درہم ملے - آپ نے فوراً غریبوں اور محتاجوں کو بلایا اور شام تک تمام کی تمام رقم ان میں بانٹ دی - رمضان شریف کا مہینہ تھا اور آپ کی افطاری کے لئے خادمہ صرف روٹی کا خشک ٹکڑا اور تھوڑا سا زیتون کا تیل لائی اور عرض کیا " اگر افطاری کے لئے ایک درہم بچا لیتیں - تو کچھ حرج نہ ہوتا"

لیکن اب یہ مشورہ بیکار تھا - گھر میں ایک

کوڑی تک نہ تھی۔

ایک دفعہ جبکہ آپ روزے سے تھیں کہ دروازے پہ کسی بھکاری نے صدا دی۔ گھر میں صرف ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہ بھی آپ نے فقیر کو دیدی۔ اور خود فقط پانی کے پیالے پہ قناعت فرمائی۔

اُم حبیبہؓ

ابو سفیان کفارِ مکّہ کا ایک وفد لے کے مدینہ میں آئے۔ آپ نے عارضی صُلح کی شرائط کے سلسلے میں حضورؐ کے ساتھ بات چیت کرنا تھی۔ آپ اپنی بیٹی اُم حبیبہؓ سے ملنے آئے۔ جو حضورؐ کی بیوی تھیں۔ آپ نے اپنے والد کا نہایت سرد مہری سے استقبال کیا اور جب آپ نے چار پائی پر بیٹھنا چا تو آپ نے حضورؐ کا بستر لپیٹ دیا۔

" کیا یہ بستر میرے بیٹھنے کے قابل نہیں
اُس نے پوچھا۔

" یہ بستر میرے آقا نبیوں کے سردار اللہ

کے رسولؐ کا ہے۔ اور تم کافر اور ناپاک ہو۔ میں کیسے برداشت کر سکتی ہوں کہ تم اس پر بیٹھ کر ناپاک کر دو۔" آپ نے اپنے والد کو یہ گستاخانہ جواب دیا۔

ابوسفیان اپنی بیٹیؓ کے دل میں اپنے آقا اور رسولؐ کی عزت کا یہ عالم دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے۔

اور جب ان کا انتقال ہوا تو ام حبیبہ رضؓ نے صرف تین دن تک ماتم کیا۔ حالانکہ ابوسفیانؓ حلقہ بگوشِ اسلام ہو چکے تھے۔ تاہم آپ رسولؐ خدا کے اس حکم کی پابند رہیں۔ جس میں انہوں نے فرمایا تھا کہ قریب ترین رشتہ داروں کے لئے بھی ماتم صرف تین دن ہونا چاہئیے۔ صرف شوہر کی وفات پر بیوی عورت چار مہینے اور دس دن تک ماتم کی حالت میں رہے۔

ان نیک عورتوں کے نزدیک رسولِ خدا
کی عدیم المثال اطاعت اور ان کے احکام
کی تعمیل سے زیادہ کوئی چیز بھی عزیز نہ تھی
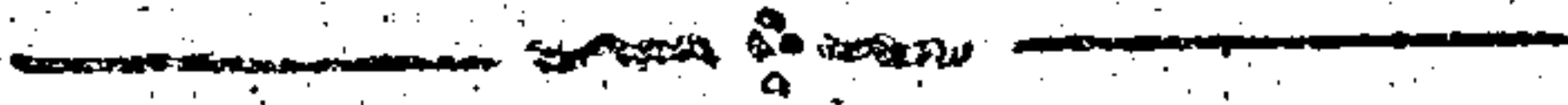
اُم حرام رضؓ

ایک دفعہ حضورؐ نے فرمایا کہ میرے پیروکار سمندر میں لڑائیاں لڑیں گے۔ اور دور دراز ممالک فتح کریں گے۔

"دعا فرمایئے کہ میں بھی ان میں سے ہوں"
اُم حرامؓ نے التجا کی تھی وہ جہاد میں جانے کے لئے سخت بیقرار تھی۔

"تمہاری دعا قبول ہوئی" حضورؐ نے مسکرا کر فرمایا "تم اس پہلے لشکر کے ساتھ جاؤ گی جو جہازوں میں سوار ہو گا"

اور کئی سال بعد جب امیر معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ سے قبرص کو فتح کرنے کی اجازت طلب

گی تو اُمِ حرامؓ بھی اس فوج میں شامل ہوئیں ان کی دُعا قبول ہوئی اور ان کی آرزو بھی پوری ہوئی ۔ وہ لڑیں اور اللہ کی راہ میں اپنی جان بھی قربان کی ۔

خنساءؓ

خنساء ایک شاعرہ تھیں، عرب کی بہترین شاعرہ۔ ان کی شاعری میں جذبۂ وطنیت کے علاوہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے لئے عشقِ جاودان بھی موجود تھا۔ وہ اپنے اشعار سے اپنے جنگجو بہادروں کو لڑائی کے لئے ابھارتیں۔ ان کے چار بیٹے تھے۔ اور سب کے سب کفار کے خلاف کئی لڑائیاں لڑ چکے تھے۔

جنگ قادسیہ میں ان کی شاعری کمال تک پہنچی اور اپنے چاروں بیٹوں کو نہایت بہادری سے لڑنے کے لئے مشتعل کیا۔ آپ نے ان کی فتح کے لئے دعا مانگی اور ان کو ایک ایک کر کے

جنگ میں بھیجا اور انہوں نے شہادت پائی۔

ان کی دعائیں یقیناً پوری ہوئیں۔ کیونکہ اپنی اصلی فتح تھی اور جب سب کے سب اپنی مراد پا چکے تو آپ نے اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا۔ جس نے آپ پہ اپنی رحمتیں نازل کیں ٭

سمیہ رضؓ

حضرت عمارؓ کی والدہ سمیہؓ ان پہلی چند عورتوں میں سے تھیں جو ایمان لائیں۔ آپ کے مشرک شوہر کو بھی اسلام قبول کر لینے پر بھی سخت قسم کی اذیتیں پہنچائی گئیں۔ کہ اس نے جان دے دی۔ آپ پر بھی ایسے انسانیت سوز مظالم توڑے گئے۔ لیکن آپ نے ہنستے ہوئے سب کچھ برداشت کیا۔ کیونکہ آپ میں حُب الٰہی بہت زیادہ تھا۔

اور ایک دن اللہ کی اس نیک بندی کا خاتمہ صحرا کے ملعون ابوجہل کے ہاتھوں ہوا اور وہ پہلی مسلمان تھیں جو اسلام کی خاطر شہید ہوئیں۔ ایک نیک بیٹے کی نیک ماں۔

اُم عمارہؓ

اُم عمارہؓ اُن خوش نصیب عورتوں میں سے تھیں جو شروع میں ہی ایمان لے آئیں۔ آپ بہادر اور باہمت خاتون تھیں اور آپ نے بیشتر جنگوں میں حصّہ لیا۔ جنگِ اُحد میں آپ نے بے مثل شجاعت کا ثبوت دیا۔ آپ اپنی پیٹھ پر پانی کے مشکیزے لادے۔ اور اپنی کمر سے کپڑے کی دھجیاں باندھے جاتیں اور ان دھجیوں کو جلا کر آپ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں۔

ایک سنگدل کافر سرکارِ دو عالمؐ کو تلاش کرتا پھرتا تھا۔ وہ آپ تک پہنچ نہ سکا۔ اس لئے کہ آپؐ کے جان نثار صحابی آپ کو حلقہ میں لئے

تھے۔ اُم عمارہؓ آگے بڑھیں اور تنہا اس کا مقابلہ کیا۔ آپ نے بارہ زخم کھائے۔ کیونکہ آپ دشمن کو مغلوب نہ کر سکیں۔ جس نے دوہری زرہ بکتر پہن رکھی تھی۔

آپ کا بیٹا بھی زخمی ہُوا۔ مگر آپ نے اس کی مرہم پٹی کر کے اس کو دوبارہ جنگ میں بھیج دیا۔

حضورؐ آپ سے بہت خوش ہوئے اور آپ کی بے حد تعریف کی۔ سرکارِ دو عالم کی وفات کے بعد بھی یہ بہادر خاتون جہاد میں حصّہ لیتی رہیں۔ وہ جنگِ یمامہ میں مسیلمہ کذّاب کے خلاف لڑیں اور جب واپس لوٹیں تو آپ کے جسم پر گیارہ زخم تھے ؛

اسماءؓ

عورتیں عام طور پر دنیاوی زیبائش کی شائق ہوتی ہیں - وہ عموماً دولت سے محبت کرتی ہیں اور آرام و آسائش کی زندگی کو پسند کرتی ہیں اور جو دولت کی مشتاق نہیں ہوتیں تو کم از کم ان آسائشوں کو تو ضرور ہی پسند کرتی ہیں جن کو دولت خرید سکتی ہے -

حضرت ابو بکرؓ صدیق کی ایک بیٹی تھیں جن کا نام اسماءؓ تھا - وہ ذرا کفایت شعار واقع ہوئی تھیں - لیکن جب آپ نے حضورؐ کا یہ فرمان سُنا کہ "نہ ہی جمع کرو اور نہ ہی گنو - بلکہ اللہ کی راہ میں جسقدر بھی دے

سکھ دو" تو بالکل ہی مختلف قسم کی عورت بن گئیں۔ آپ ہر وقت نہایت بے دریغی سے خیرات بانٹتی رہتیں۔ جو کچھ بھی ان کے پاس ہوتا وہ بلا تامل غریبوں اور مسکینوں کو دے دیتیں۔

حضرت ابو بکرؓ کو حضورؐ سے بے حد محبت تھی۔ آپ جب مدینہ کے سفر میں ان کے ساتھ گئے تو اپنے ساتھ چھ ہزار درہم بھی لے گئے جو ان کا تمام اثاثہ تھا۔

ان کے والد ابو قحافہ جو اندھے تھے اپنی پوتیوں کی دلجوئی کے لئے آئے اور کہا "پیاری بچیو! تمہیں اپنے والد کے جانے کا یقیناً رنج ہوگا۔ اس نے تمہیں تنہا چھوڑ کر جاتے ہیں اچھا نہیں کیا اور دوسرے وہ تمہیں دوگونہ تکلیف میں مبتلا کر گیا ہے۔ اسے اپنے ساتھ

وہ تمام روپیہ ہرگز نہ لے جانا چاہیئے تھا۔ یہ بزرگ ابھی تک ایمان نہ لائے تھے۔ اور اندھیرے ہی میں ٹھوکریں کھا رہے تھے۔

"پیارے والد آپ غلطی پر ہیں"۔ حضرت اسماءؓ نے جواب دیا۔ "وہ تو ہمارے لئے اتنی رقم چھوڑ گئے ہیں۔ جو کئی سال کے گذارے کے لئے کافی ہے۔

اور آپ نے بہت سی ٹھیکریاں اکھٹی کیں اور انہیں اس طاق میں جہاں آپ کے والد روپے رکھا کرتے۔ رکھ کر اوپر کپڑے سے ڈھانپ دیا اور اپنے دادا کو وہاں لے جا کر ان کا ہاتھ اس دولت کے ڈھیر پر رکھ کر کہا۔ "لیجئے یہ ہے وہ رقم جو ہمارے والد ہمارے لئے چھوڑ گئے ہیں" اور بوڑھے دادا خوش ہو گئے حالانکہ گھر میں ایک کوڑی تک بھی نہ تھی :

نہ صرف عرب کی عورتیں بلکہ اس ریگستان
کے بھوکے ننگے بچے بھی ایسی بہادری اور
شجاعت کی داستانیں مہیا کرتے ہیں جو
کہ ہمارے آج کل کے نوجوانوں کو مجبور
کر دیں کہ وہ بھی اپنے بزرگوں کی سنہری
تاریخ میں مزید روشن اوراق کا اضافہ کریں۔

ننھّا مجاہد

سپاہیوں نے اپنی تلواریں باندھیں اور نیزے گھمائے ۔ جنگِ بدر کی تیاریاں ہو رہی تھیں سب لوگ شاداں و فرحاں نظر آتے تھے ۔ یہ حق و باطل کی پہلی چپقلش تھی اور مسلمانوں کے لئے مکّہ کے کافروں کے خلاف جہاد کا پہلا موقعہ ۔

ایک ننھا سپاہی چھپا پھرتا تھا ۔ وہ کچھ پریشان سا تھا ۔ اس کے بڑے بھائی نے اُسے دیکھا اور پوچھا ۔ "تم اس طرح گھبرائے ہوئے کیوں پھر رہے ہو ؟"

" میں ڈرتا ہوں کہ حضورؐ مجھے کہیں دیکھ

نہ لیں اور میری کمسنی کی بنا پر مجھے لشکر میں شامل ہونے کی اجازت نہ بخشیں" بہادر بچے نے کہا "اور میں ہر حالت میں میدانِ جنگ میں جانا چاہتا ہوں - کوئی عجب نہیں کہ اللہ تعالےٰ میری دعا قبول فرمائے اور مجھے اس کی راہ میں شہادت نصیب ہو"

اور وہ صحیح ڈر رہا تھا - جب حضورؐ نے لشکر کا ملاحظہ فرمایا تو وہ قابو آ گیا - اس کے بازو کمزور تھے - اس کی عمر جنگ میں جانے کی نہ تھی - یہاں تک کہ تلوار جو وہ اٹھائے پھرتا تھا - اس کے لئے بہت بڑی تھی مگر اس کے دل میں جو امنگ سما چکی تھی وہ بھی بہت بڑی تھی - اور اللہ کے لئے اس کی لگن اتنی زیادہ کہ اسے اللہ کی راہ میں جان دینے سے روکنا مشکل تھا

اور جب اسے روکا گیا تو اس کی معصوم آنکھوں سے آنسوؤں کے تار بندھ گئے - جب

حضورؐ کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے باول ناخواستہ اپنے اس ننھے صحابی کو جنگ میں جانے کی اجازت دے دی۔

اس کے بڑے بھائی نے اس کے تلوار باندھی جو کہ اس کمسن سپاہی سے بھی بڑی تھی۔ اللہ جو رحیم بھی ہے اور کریم بھی ہے اس نے اس کی دعا قبول فرمائی اور اسے شہادت کا رتبہ نصیب ہوا۔

جنت کے دروازے اس معصوم بچے کے لئے کھل گئے۔ جس نے اللہ اور اس کے رسولؐ پر اپنی جان قربان کر دی۔

یہ ابی وقاص کا بیٹا عمیرؓ تھا۔ یہ اسی باپ کے بیٹے سعدؓ سے چھوٹا تھا۔ سعدؓ جو اپنی شجاعت کی وجہ سے مشہور ہوا۔

بدر کے جانباز

اسلام کی تلوار مکہ کے مغرور کافروں کے
طرہ دار خودوں سے ٹکرائی۔ جنگ بڑے
نمرودوں پر تھی۔ غریب امیر کے خلاف نبرد آزما
تھے۔ پیغمبرؐ اسلام کے لشکر میں صرف ۳۱۳
سپاہی۔ ستر اونٹ اور دو گھوڑے تھے۔ اور
مقابلے میں ایک ہزار کفار۔

جنگ کے طوفان میں دو نوخیز لڑکے کسی
جستجو میں پھر رہے تھے۔ "ابو جہل کہاں ہے"
وہ ہر ایک سے پوچھتے پھرتے "وہ دشمن
اسلام۔ وہ بے حیا، بد زبان، جو ہمارے آقا
ہمارے نبیؐ کے خلاف اپنی زبان کھولتا ہے

نہیں قسم ہے اپنے خدا کی کہ ہم اسے قتل کریں گے"
ابنِ عوفؓ نے انہیں دکھلا دیا اور وہ نوجوان
اپنی تلواریں سونتے اور دانت بھینچے آگے بڑھے
اور کافر پر حملہ کیا۔ مغرور سردار ایک عربی نسل
گھوڑے پر سوار تھا۔ لڑکوں نے پہلے تو گھوڑے
کی ٹانگیں کاٹیں اور پھر سوار کو گرایا اور اُسے
ایسے زخم لگائے کہ وہ درد سے بلبلاتا رہ گیا۔
انہوں نے اسے قتل نہ کیا۔

یہ معاذؓ بن جموح اور معاذؓ بن عفرا تھے۔
معاذؓ بن جموح کو ابو جہل کے بیٹے عکرمہ نے
بُری طرح زخمی کر دیا۔ اس کا ایک ہاتھ کٹ
گیا۔ لیکن وہ بازو کے ساتھ لٹکتا رہا۔ اس نے
اُسے اُٹھا کر کندھے پر ڈال لیا۔ اور سارا دن
دوسرے ہاتھ سے لڑتا رہا۔ مگر جب اُس نے
دیکھا کہ وہ کٹا ہُوا ہاتھ رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔

تو اُسے پاؤں تلے دبا کر قدرت سے کھینچا اور
توڑ کر الگ پھینک دیا۔

کمسن سپاہی

اوائل اسلام میں جو لڑائیاں لڑی گئیں ان سب میں سے زیادہ خونریز جنگ احد کی تھی۔ مسلمانوں کو معلوم تھا کہ کفار مکہ نے بدر کی شکست کا انتقام لینے کی خاطر زبردست تیاریاں کر رکھی تھیں۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ وہ تعداد میں بہت زیادہ ہیں۔ لیکن ان کو تو صرف اس بات پہ ناز تھا کہ وہ صداقت اور راستی کی خاطر لڑ رہے تھے۔

اور وہ دشمن کے مقابلے کے لئے اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ بہت سے کم عمر لڑکے بھی اس جہاد میں شامل ہونے کے لئے بیتاب

تھے - یہ صحرا کے بچے تھے - جن کے سروں میں اللہ کی راہ میں اپنی جانیں فدا کرنے کا جنون سمایا ہوا تھا - وہ یا تو فتح کا سہرا چاہتے یا شہادت کا رتبہ - لیکن حضورؐ نے ان معصوم روحوں کو آگ اور خون سے کھیلنے کی اجازت نہ بخشی - لہذا ان میں سے گیارہ بچے جن کی عمر تیرہ چودہ برس سے زیادہ نہ تھی واپس بھیج دیے گئے - ان میں سے ایک رافع بھی تھا جو بہت اچھا تیر انداز تھا - اس کے باپ نے حضورؐ کی خدمت میں درخواست کی کہ اسے ایک ماہر نشانہ باز ہونے کی وجہ سے اجازت دیدی جائے - اور حضورؐ مان گئے -

یہ دیکھ کر ایک نوخیز بہادر سمرہ جو رافع سے زیادہ طاقتور تھا - جوش میں آیا - اس نے حضورؐ سے التجا کی کہ اسے رافع کے ساتھ کشتی

لڑنے کا موقع دیا جائے اور اگر وہ اُسے پچھاڑنے میں کامیاب ہو جائے تو اُس صورت میں اسے لشکر میں شامل ہونے کی اجازت دی جائے۔

اور حضورؐ نے اسے رافع سے کشتی لڑنے کی اجازت دیدی۔ سمرہ واقعی بہت صحت مند اور طاقتور تھا۔ اُس نے چشم زدن میں رافع کو زمین پر گرا کر پچھاڑ دیا۔ اس طریقے سے اُسے بھی میدانِ جنگ میں جانے کی اجازت مل گئی۔ ان کی دیکھا دیکھی اور بھی بہت سے بچوں نے کوشش کی اور ان میں سے بعض کامیاب ہو گئے۔

ان ننھے بچوں کو کس درجہ محبت تھی اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ کہ وہ لڑتے تھے، جھگڑتے تھے، اور ہر ممکن کوشش کرتے تھے کہ ان کو جنگ میں جانے کی اجازت دی

جائے اور برعکس اس کے آج کل کے بچے
تو معمولی دنگا فساد دیکھ کر ڈر جاتے ہیں:

سلمہؓ بن اکوع

عرب کے گھوڑے اپنی تیزی و طراری کے سبب مشہور ہیں۔ ان کی تیز رفتاری ضرب المثل بن چکی ہے۔ لیکن سلمہؓ بن اکوع ایک بارہ سال کا بچہ تو ہرنی کی مانند تیز رو تھا۔ وہ عرب کے بہترین گھوڑوں سے بھی زیادہ تیز دوڑ سکتا۔ وہ تیز سے تیز گھوڑے کو بھی پکڑ لیتا۔ لیکن اگر وہ دوڑتا تو کوئی گھوڑا بھی اس کی گرد تک کو نہ پہنچ سکتا اور اس کے علاوہ وہ مدینہ کے بہترین تیر اندازوں میں سے تھا۔

ایک دن وہ اپنی تیر و کمان کاندھے پر لٹکائے

صحرا میں گھوم رہا تھا۔ نزدیک ہی چراگاہ میں سرکار دو عالم کے اونٹ چر رہے تھے۔ اچانک ڈاکوؤں کے ایک گروہ نے حملہ کیا۔ اونٹوں کے نگہبانوں کو قتل کر دیا۔ اور اونٹوں کو ہانک کر لے گئے۔ سلمہؓ دور کھڑا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ وہ بھاگ کر قریب کی پہاڑی پر چڑھ گیا۔ اور بلند آواز سے چلّا کر مدینہ کے لوگوں کو خبر کر دی۔ اور پھر تن تنہا ان ڈاکوؤں کے تعاقب میں بھاگا جو تیز گھوڑوں پر سوار تھے۔ اس کے باوجود اس نے ان کو جا لیا اور تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ وہ سمجھے کہ بہت سے لوگ ان کا پیچھا کر رہے ہیں۔ اور وہ ان کے مقابلے کو پلٹے۔ لیکن انہیں کوئی بھی نظر نہ آیا۔ سلمہؓ جھاڑیوں میں چھپ گیا اور تھوڑی دیر بعد اپنی پوشیدہ کمین گاہ سے

اُن پر تیروں کی بارش کر دی۔ وہ بچہ چوری کا مال چھوڑ کر اپنی جانیں بچانے کو بھاگے۔ لیکن فوراً ہی رہزنوں کی ایک اور ٹولی ان کے ساتھ شامل ہو گئی۔ اور انہیں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ انکا تعاقب کرنے والا شخص ایک بچہ تھا۔ یہ دیکھ کر انہیں جراُت ہوئی اور انہوں نے اس نوخیز سپاہی کو پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے گھوڑے ڈال دیئے۔ لیکن تیز رو کماندار کے ساتھ ان کا کیا مقابلہ تھا۔ وہ ایک پہاڑی پر چڑھ گیا۔ اور چلّا کر کہنے لگا۔ "تم پکڑنے کی بے سود کوشش کر رہے ہو۔ مجھے خدا کی قسم کہ تم سے ایسا نہ ہو سکے گا۔ البتہ میں تم میں سے جس کو چاہوں پکڑ سکتا ہوں۔ کیا تم جانتے نہیں میں اکوع کا بیٹا ہوں۔"

اور یہ کوئی لاف زنی نہ تھی۔ وہ تمام ملک

میں اس سب سے تیز دوڑنے والے کی شہرت
سن چکے تھے۔ اور ہوشیار لڑکے نے ان کو
اسی طرح باتوں میں لگائے رکھا۔ جب تک کہ
مدینہ کے لوگ اس کے بچاؤ اور اُن کی تباہی
کے لئے پہنچ نہ گئے۔

جابرؓ

جابرؓ اُن لڑکوں میں سے تھے ۔ جو جنگ اُحد میں شامل نہ ہو سکے ۔ وہ محض ایک بچہ تھے اور ان کے ذمہ اس کی سات بہنوں کی دیکھ بھال تھی ۔ اُن کے والد نے کفار کے خلاف لڑنے کا تہیہ کر لیا تھا ۔ اور اسے گھر میں ٹھہرنے کے لئے منت کی تھی ۔ لیکن اس کی خواہش کو دبانا بڑا مشکل تھا ۔

جنگ اُحد کے فوراً بعد پھر لڑائی کا بگل بجا ۔ اپنی اتفاقیہ کامیابی پر مکہ کے کفار بہت نازاں تھے ۔ اور وہ پھر شرارت پر آمادہ ہوئے ۔ رسولؐ خدا نے مسلمانوں کو اکٹھا کیا ۔ لیکن صرف وہی لوگ اس لڑائی میں جا سکتے جو جنگ احد میں لڑ چکے تھے ۔

جابرؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔
اور جہاد میں شامل ہونے کی اجازت چاہی۔
آپ میدانِ جنگ میں جانے کے لئے بیقرار
تھے۔ اُن کے والد جامِ شہادت نوش فرما چکے
تھے۔ اور یہ بھی اُسی کے لئے تشنہ تھے۔
آپ حضورؐ کے سامنے گھٹنے ٹیک کر جھک گئے
اور نہایت ہی عاجزی سے التجا کی۔ حضورؐ اس
نوخیز مجاہد کی ہمت سے بے حد متأثر ہوئے۔
اور انہیں فوج میں شامل ہونے کی اجازت دیدی۔
اور سات بہنوں کا ایک بھائی شاداں و فرحاں
اپنے آقا حضور سرورِ کائناتؐ کی جلو میں میدانِ
جنگ میں داخل ہُوا۔

تنہا امام

کفارِ مکّہ کی اسلام دشمنی کی وجہ سے حضورِ سرکارِ دوعالمؐ نے اپنی تبلیغ کا مرکز مکّہ سے مدینہ منتقل کر لیا۔ کیونکہ اس شہر کے لوگ دینِ اسلام کے زبردست حامی تھے۔ اور تلاشِ حق میں آنے والے لوگوں کے لئے وہاں پر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لینا آسان ہو گیا۔

قریب ہی ایک گاؤں میں عربوں کا ایک نیک فطرت قبیلہ رہتا تھا۔ وہ دینِ اسلام قبول کرنے کے لئے بےتاب تھے۔ لیکن وہ کفارِ مکّہ سے ڈرتے تھے۔ ان کو نئے دین میں دلچسپی تھی اور وہ حضورؐ کا بےحد احترام کرتے۔ وہ مدینہ سے

آنے والے مسلمانوں کے قافلوں کو اکثر روک لیتے۔ اور ان سے سرکار دو عالمؐ کی خیریت دریافت کیا کرتے اور مسلمان ان کو ہر وہ ایسی باتیں سناتے جن کی حضورؐ تبلیغ فرماتے اور ان کو آیاتِ قرآنی بھی پڑھ کر سناتے۔ اس قبیلہ کا ایک چھوٹا سا بچہ ان کی اس گفتگو میں بے حد دلچسپی لیتا۔ وہ ان آیات کو نہایت توجہ سے سنتا۔ اور حفظ کر لیتا۔

اس چھوٹے بچّے کا نام عامرؓ بن سلمہ تھا۔

کچھ عرصہ کے بعد اسلامی لشکر مکّہ میں داخل ہوا۔ اور اس مقدّس شہر کے مغرور باشندے ہمیشہ کے لئے مطیع کر لئے گئے۔ شیطان کا خوف دور ہوا۔ اور تمام ملک میں نور ہی نور پھیل گیا۔ ہر طرف لوگ جوق در جوق آنے شروع ہوئے اور حضور سرورِ کائناتؐ کو اللہ کا آخری نبی تسلیم کیا۔

عاقرؓ بھی اپنے والد کے ساتھ مکّہ آئے۔ جو اپنے قبیلہ کے نمائندہ تھے۔ حضورؐ نے ان کو اپنے دامانِ رحمت میں لے لیا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا اور اس کے احکام کی تلقین کی۔

"اور تم میں سے جس کسی نے قرآن حکیم کے بیشتر حصے حفظ کر رکھے ہیں۔ وہ تمہاری امامت کرائے اور باقی مذہبی امور میں تمہاری رہنمائی کرے"۔ آپؐ نے فرمایا۔

اور وہ سات سال کا بچہ موزوں ترین شخص نکلا۔ کلامِ الٰہی کا عالم وہی تھا اور وہ تمام قبیلہ کو نماز پڑھاتا اور منبر پہ کھڑا ہو کر خطبہ فرماتا۔

عبداللہ بن زبیرؓ

یثرب میں حضورؐ کی آمد کے ایک سال بعد
تک مہاجرین میں سے کسی کے ہاں لڑکا پیدا
نہ ہوا۔ یہودی کہتے کہ انہوں نے مسلمانوں پر
جادو کر رکھا ہے۔ لیکن وہ جھوٹے تھے اور
علاوہ ازیں مومن ہر قسم کے جادو سے محفوظ
رہ سکتے تھے۔ اور آخر زبیرؓ کے گھر لڑکا پیدا
ہوا۔ اس بچّہ کی پیدائش پر ہر مسلمان نے خوشی
منائی۔ اور عام دستور کے خلاف حضورؐ سرکار
دو عالمؐ نے اس بچّے کو سات سال کی عمر میں ہی
اپنے صحابہ کرامؓ میں شامل کر لیا۔
زبیرؓ کا بیٹا ایک بہادر جنگجو ثابت ہوا اور

اس نے بے حد شہرت حاصل کی۔ ایک دفعہ اسلامی لشکر عبداللہ بن ابی سرح کی قیادت میں رومیوں سے برسرپیکار تھا۔

رومیوں کے جرنیل گریگری نے اعلان کر رکھا تھا کہ جو کوئی بھی ابی سرح کو قتل کرے گا وہ اس کو اپنی بیٹی کا رشتہ اور ایک لاکھ دینار انعام میں دے گا۔ اور یہ اعلان تمام لشکر میں ببانگ دہل کیا گیا تھا۔ اور ہر رومی سپاہی اس انعام کو حاصل کرنے کا خواہاں تھا۔

اس بات سے مسلمان کچھ پریشان سے ہو گئے ایک تو رومیوں کی تعداد دو لاکھ سے زیادہ تھی دوسرے اب ان میں سے ہر ایک نے اس خوبصورت انعام کی خاطر جان توڑ کر لڑنا تھا۔ لیکن ابن زبیرؓ بالکل ہراساں نہ ہوئے۔ آپ نے ابی سرحؓ کو مشورہ دیا کہ وہ بھی اپنی فوج میں اعلان کر دیں کہ جو

کوئی بھی گریگری کو قتل کرے گا۔ گریگری کی لڑکی اُسی کے عقد میں دی جائے گی۔

اور آپ خود اس بیش قیمت انعام کو بنوک شمشیر حاصل کرنے کے لیئے نکلے۔

آپ نے دیکھا کہ فوج کے عقب میں رومی لشکر کا معزز سردار گریگری مخملیں تکیہ لگائے بیٹھا ہے۔ اس کے گرد خوبصورت لونڈیوں کا ہجوم ہے جو اسے مور کے پروں کے بنے ہوئے پنکھے آہستہ آہستہ جھل رہی ہیں۔

اور زبیرؓ کا بہادر بیٹا ایک آگ اور خون کے طوفان کو کاٹتے ہوئے وہاں تک جا پہنچا اور اپنی شمشیر آبدار کے ایک ہی وار سے اسکے دو ٹکڑے کر دیئے اور پھر فوراً ہی اس کا سر کاٹ کر نیزے پر چڑھا دیا۔ اور اپنے ساتھیوں کو بلند آواز میں مخاطب کر کے کہا "خدا کی قسم میں نے گریگری کو قتل کر دیا" —— اس بے خوف سپاہی کی شجاعت دیکھ رومیوں کے طوطے اڑ گئے۔ اور انہوں نے واپسی کا بگل بجا دیا۔

اس جنگ کا ہیرو صرف بیس سال کا نوجوان تھا۔ جس کو بچپن میں اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دامانِ رحمت میں لے لیا تھا۔

ختم شد

فدایانِ رسولؐ

خورشید احمد انور

مصنّف کی انگریزی تصنیف "ڈیڈ لو ونر گریٹ" کا
ترجمہ

ینگ پیپل پبلشنگ بیورو
۲۲ میو روڈ - لاہور

1-12-0